ندائے خلافت

لاہور

29 دسمبر تا 4 جنوری 2006ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

25 دسمبر

نبی اکرمؐ کے لیے تسلّی کا پیغام

کالاباغ ڈیم تنازعہ

شیخ عمر تلمسانیؒ

وفاقی سیکرٹری تعلیم سے انٹرویو

یادوں کی تسبیح (15)

حج کی فضیلت

تفہیم المسائل

دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

قرآن سے شغف زندگی کا حاصل ہے

آپ مصنف ہوں یا محقق، طالب علم ہوں یا استاذ، ادیب ہوں یا شاعر، مقرر ہوں یا مفکر، سائنس دان ہوں یا صنعت کار، عالم ہوں یا صوفی، جج ہوں یا وکیل، کچھ بھی ہوں، یہ یقین کر لیجئے کہ اگر آپ نے قرآنِ حکیم نہیں پڑھا ہے تو آپ علم سے محروم ہیں۔ آپ علم کی چاشنی سے نابلد ہیں اور آپ کو ابھی علم کا سرا بھی نہیں ملا ہے۔ علم کا سرچشمہ قرآن ہے۔ علم کی شاہ کلید قرآن ہے اور وہ شخص یقیناً علم سے محروم ہے جو قرآن سے محروم ہے۔ قرآن ہی سے آپ کو حقیقت کا سراغ مل سکتا ہے۔ قرآن ہی آپ کی علمی پیاس بجھا سکتا ہے۔ قرآن ہی آپ کے ذوقِ علم کی تسکین کر سکتا ہے اور اگر آپ کلام کے جوہر شناس ہیں تو قرآن ہی آپ پر کلام کے جوہر آشکارا کر سکتا ہے۔

قرآن سے شغف زندگی کا حاصل ہے۔ اس میں غور وفکر انسانیت کی معراج ہے اور اس کی روشنی میں اپنی شخصیت کی تعمیر سعادت وخوش بختی کا راز ہے۔ اس سے ہدایت حاصل کرنا دانشمندی اور اس کی ہدایت پر چلنا کامیابی کی ضمانت ہے۔

اس خوش نصیب کی قسمت پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے، جسے اللہ نے قرآن پاک کا شغف بخشا ہے، اسے پڑھنے، سننے اور اس میں غور وفکر کا موقع عنایت فرمایا ہے اور یہ توفیق عطا فرمائی ہے کہ وہ اس کی روشنی میں اپنی شخصی، خاندانی، سماجی اور ملکی زندگی کی تعمیر کرے اور اسی طرح اس محروم کی زندگی پر جتنا افسوس کریں کم ہے، جسے اللہ نے سوجھ بوجھ عطا فرمائی، پڑھنے لکھنے کا موقع عنایت فرمایا لیکن پھر بھی وہ قرآن کے علم سے محروم ہے۔ اور اگر اسے اپنی محرومی کا احساس بھی نہیں ہے تو خون کے آنسوؤں سے بھی اس کی تلافی نہیں ہوسکتی۔

مولانا محمد یوسف اصلاحی

سورۃ النساء (آیات 85 تا 87)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمن الرَّحیم

﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ﴿٨٥﴾ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿٨٦﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾﴾

''جو شخص نیک بات کی سفارش کرے تو اُس کو اُس (کے ثواب) میں سے حصہ ملے گا۔ اور جو بُری بات کی سفارش کرے اُس کو اُس (کے عذاب) میں سے حصہ ملے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اور جب تم کو کوئی دعا دے تو (جواب میں) تم اس سے بہتر (کلمے) سے (اُسے) دعا دو یا انہی لفظوں سے دعا دو۔ بے شک اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔ اللہ (وہ معبود برحق ہے کہ) اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ قیامت کے دن تم سب کو ضرور جمع کرے گا جس کے قائم ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں اور اللہ سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہے؟

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی سفارش کرتا ہے اچھی تو اُسے اس میں سے حصہ ملے گا۔ یعنی وہ اس بات کا اجر و ثواب پائے گا۔ انسانی معاشرے میں کسی کے لیے سفارش کرنا بعض اوقات ناگزیر سا معاملہ ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر آپ ایک شخص کو جانتے ہیں نیک آدمی ہے دھوکہ باز یا بہروپیا نہیں۔ اُسے کسی طرح کی مالی امداد کی ضرورت ہے۔ پھر آپ ایک دوسرے آدمی کو جانتے ہیں کہ وہ اُس کی مدد کرنے کی پوزیشن میں ہے۔ چنانچہ آپ اُس نیک آدمی کا استحقاق ثابت کر کے امیر آدمی کے پاس اس کی سفارش کر دیتے ہیں۔ اسی طرح کسی مقدمے کا معاملہ ہے۔ آپ کے پاس اس سلسلہ میں کچھ حقائق ہیں آپ جانتے ہیں ایک آدمی کو خواہ مخواہ اس میں ملوث کیا جا رہا ہے۔ آپ صحیح صورتِ حال واضح کر کے اس کی سفارش کرتے ہیں اور وہ شخص ناکردہ گناہ کی سزا سے بچ جاتا ہے۔ ایسی سفارش درست' جائز بلکہ کارِ ثواب ہے۔ پس اچھائی' خیر' بھلائی اور عدل و انصاف کے لیے اگر سفارش کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

ہاں البتہ جس شخص نے بری سفارش کی' حقائق کو توڑ مروڑ کر' جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کی اور اس طرح مجرم کو سزا سے بچا لیا تو ایسا شخص خود اس جرم میں شریک اور حصہ دار سمجھا جائے گا۔ گویا ایسی سفارش ظلم و زیادتی میں تعاون کرنا ہوگی۔ جو سراسر ناجائز اور گناہ کا کام ہے۔ فرمایا: اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہر شے پر قوت رکھنے والا ہے۔

معاشرے کے اندر ہم ایک دوسرے کو ملتے ہیں تو کس طریقہ سے ملیں۔ سلام کریں! good morning کہیں' صباح الخیر کہیں' یا کچھ اور کہیں۔ عربوں میں ''حیاک اللہ'' کہنے کا رواج تھا جس کے معنی ہیں کہ تمہاری عمر دراز ہو۔ اسلام نے ہمیں سلام کرنے کی تعلیم دی ہے جو ایک دُعا ہے اس آیت میں فرمایا: کہ جب تمہیں کوئی دعا دی جائے تو پھر تم بھی دعا دو بلکہ اس سے بہتر الفاظ میں جواب دو۔ یعنی السلام علیکم کے جواب میں ورحمۃ اللہ کا اضافہ کر کے لوٹائیے یا کم از کم سلام ہی کے الفاظ وعلیکم السلام لوٹا دیجئے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے۔ بظاہر یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں مگر ان کی بڑی اہمیت ہے۔ معاشرتی زندگی میں آداب کے ساتھ ایک حسن پیدا ہوتا ہے اور پیار و محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ آگے فرمایا: اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ لازماً تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اپنی بات میں کون سچا ہو سکتا ہے۔

فرمانِ نبویؐ

ظالم حکومت کا انجام

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ هِشَامٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ اَتَيْنَا مَعْقِلَ بْنَ يَسَارٍ نَعُوْدُهٗ فَدَخَلَ عَلَيْنَا عُبَيْدُاللّٰهِ فَقَالَ لَهٗ مَعْقِلٌ اُحَدِّثُكَ حَدِيْثًا سَمِعْتُهٗ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: ((مَا مِنْ وَّالٍ يَلِيْ رَعِيَّةً مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ فَيَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لَّهُمْ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ)) (رواہ بخاری' کتاب الاحکام)

حضرت ہشامؒ حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں' انہوں نے کہا کہ ہم معقل بن یسارؓ کی عیادت کرنے آئے' اتنے میں حضرت عبیداللہ بھی ہمارے پاس آن پہنچے' حضرت معقل رضی اللہ عنہ نے عبیداللہ (بنو امیہ کے گورنر) سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مسلمان رعیت کا حاکم ہو اور وہ رعایا کے ساتھ خیانت کرتے ہوئے دارِ فانی سے رخصت ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کر دے گا''۔

"تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — 29 دسمبر تا 4 جنوری 2006ء — 26 ذوالقعدہ تا 3 ذوالحجہ 1426ء — شمارہ 1

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
سید قاسم محمود۔ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔سردار اعوان۔محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 5869501-03

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک......250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

25 دسمبر

اسلام میں شخصیات کے دن منانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ایسی کوئی روایت موجود نہیں کہ صحابہ کرامؓ نے حضورﷺ کا یوم پیدائش منایا ہو۔صحابہ کرام ؓ کو جو والہانہ عقیدت اور بے مثل محبت سرکار دو عالم سے تھی اگر اللہ تعالیٰ یا خود سرور کائنات کی طرف سے معمولی سا اشارہ بھی اس جانب ہوتا تو یہ حقیقی عاشقانِ رسول اِس میدان میں بھی ساری دنیا کو پیچھے چھوڑ جاتے۔یوم پیدائش منانا اور ایک جشن کی صورت میں منانا درحقیقت اہل یورپ کی پرانی ریت ہے۔پھر جوں جوں یورپی معاشرہ روشن خیالی کی منزلیں طے کرتا چلا گیا' کلیسا اور روحانیت سے دور ہوتا گیا اور اظہار خوشی کا مطلب لہو ولہب میں ڈوب جانا بن گیا' تو 25 دسمبر کو یسوع مسیح کا یوم پیدائش قرار دے دیا گیا۔عیسائی دنیا میں اِس روز عظیم جشن ہوتا ہے۔اہل صلیب کا کہنا ہے کہ یسوع مسیح کے مصلوب ہونے سے بنی نوع انسان کے گناہوں کا کفارہ ادا ہو گیا۔سب انسان نہائے دھوئے گئے۔اب سب آزاد ہیں' مادر پدر آزاد اور اِس آزادی پر قدغن لگانا قانونی طور پر جرم ہو گیا۔لہٰذا 25 دسمبر کو جنسی بے راہ روی اپنے عروج پر ہوتی ہے۔مے نوشی اِس قدر ہوتی ہے کہ ہوش و حواس قائم نہیں رہتے اور سال بھر میں ٹریفک کے اتنے حادثے نہیں ہوتے جتنے اِس روز ہوتے ہیں۔حالانکہ یہ سب کچھ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کے برعکس ہے۔

مسلمانوں کے عروج کا تین صدیاں پہلے تک یہ معاملہ رہا کہ ادھر ڈوبے اُدھر نکلے۔لہٰذا عام انسانی اور اخلاقی کمزوریوں کے تو وہ شکار رہے لیکن کوئی دوسری تہذیب اُن پر اپنا رنگ نہ جما سکی۔بعد ازاں اُن کا عروج زمین کے ہر خطے سے ختم ہو گیا اور وہ عالمگیر سطح پر زوال کا شکار ہو گئے۔مکمل عسکری و سیاسی مغلوبیت سے مسلمانوں پر معاشرتی اور تہذیبی اثرات بھی مرتب ہونے شروع ہو گئے۔بیسویں صدی کے اوائل سے سیاسی آزادیوں کا آغاز ہوا۔مسلمانوں نے بھی جدوجہد کی اور سیاسی طور پر آزاد ہو گئے۔حیرت کی بات یہ ہے کہ عسکری قبضے اور سیاسی غلبے کے دوران تو معاشرتی اور تہذیبی اثرات ایک خاص طبقہ تک محدود رہے۔آزادی حاصل کرنے کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سابقہ حکمرانوں کی تہذیب اور معاشرت سے مکمل طور پر نجات حاصل کر لی جاتی لیکن عملاً اُس کے برعکس ہوا۔معاشرے کے تقریباً تمام طبقات مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگے گئے' یہاں تک کہ مذہبی طبقات نے بھی نئی تہذیب کے اثرات کو قبول کیا۔12 ربیع الاول کا وہ دن جو تقسیم ہند سے پہلے اور کچھ عرصہ بعد تک بارہ وفات کے طور پر منایا جاتا تھا اُسے حضورﷺ کا یوم پیدائش قرار دے کر عید میلاد النبی کا نام دے دیا گیا۔حالانکہ احادیث اور تاریخ کی کتب میں حضورﷺ کے یوم پیدائش کے تعین میں اختلاف ہے۔اِس مبارک دن کو ایسے انداز میں منایا جاتا ہے' جو صریحاً اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔

عیسائی حضرت عیسیٰؑ کا اور مسلمان حضورﷺ کا یوم پیدائش تو بڑے جوش وخروش سے اور بڑھ چڑھ کر مناتے ہیں لیکن اُن کی تعلیمات پر عمل کرنے کو تیار نہیں۔اگرچہ ایسے اولوالعزم پیغمبروں کے بعد کسی بڑے سے بڑے قومی لیڈر کی بھی مثال دینے میں جھجک محسوس ہوتی ہے' اِس لیے کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک' لیکن اِس قومی رجحان کی طرف توجہ مبذول کرنا مقصود ہے کہ Father of the nation ہو یا کوئی بڑا مفکر' اُس کا یوم پیدائش خوب جوش وخروش سے مناؤ' سرکاری طور پر عام تعطیل ہو' کاروبار زندگی معطل کر دیا جائے' اخبارات خصوصی ایڈیشن شائع کر دیں' بڑے بڑے شہروں میں سیمینار منعقد ہو جائیں جن میں اُس لیڈر کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے جائیں لیکن اگلے روز پھر زندگی اُسی ڈگر پر ہو۔25 دسمبر ہی کی مثال لے لیں۔ایک قوم جس میں کرپشن کینسر کی صورت اختیار کر گئی ہو' بے اصولی اصل الاصول ہو' بدنظمی اُس کا شعار بن چکا ہو' حکمران خود کو آئین و قانون سے ماورا سمجھ رہے ہوں اور قانون کی حکمرانی ایک خواب بن چکا ہو' جمہوریت اور صحیح عوامی حکومت کا تصور ختم ہو چکا ہو' افراد مضبوط اور ادارے غیر مستحکم ہوں بلکہ نیست و نابود ہو چکے ہوں' جھوٹ اور فریب کو سیاست کا نام دے دیا گیا ہو' تحمل اور رواداری عنقا ہو اور تشدد عام ہو' ایسی قوم اگر یوم قائد اعظم منائے تو قائد کی روح سے اِس سے بڑا مذاق کوئی نہیں ہوگا۔

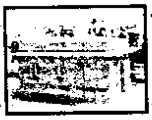

سید قاسم محمود

چھٹی غزل

(بالِ جبریل، حصہ دوم)

امینِ راز ہے مردانِ حُر کی درویشی کہ جبرئیل سے ہے اس کو نسبتِ خویشی
کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے؟ فقیہہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی !
نگاہِ گرم کہ شیروں کے جس سے ہوش اُڑ جائیں نہ آہِ سرد کہ ہے گو سفندی و میشی!
طبیبِ عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا ترا مرض ہے فقط آرزو کی بے نیشی!
وہ شے کچھ اور ہے کہتے ہیں جانِ پاک جسے یہ رنگ و نم، یہ لہو آب و ناں کی ہے بیشی!

1۔ سچے، حق پرست، حق گو، حُریت پسند، آزاد منش شخص میں شانِ فقر اور درویشی پیدا ہو جاتی ہے، جس کی وجہ سے وہ جبریل امینؑ کی طرح کائنات کے رازوں کا امانت دار ہو جاتا ہے۔ مراد یہ ہے کہ جس طرح جبریل امینؑ اللہ تعالیٰ کے احکامات پوری دیانت و امانت کے ساتھ انبیاء کرامؑ تک پہنچاتے ہیں، اسی طرح درویش صفت لوگ نیکی اور بھلائی کے احکامِ الٰہی لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو جبریلؑ کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہو جاتا ہے۔

2۔ <u>ناخوش اندیشی</u>: غلط تصورات وخیالات۔ اس شعر میں فقیہہ سے مراد وہ فقیہہ ہے جو سلاطین کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے شرعی احکام کی غلط تاویل کرتا ہے۔ اکبر الٰہ آبادی نے اپنے اس شعر میں ایسے ہی فقہاء کی ذہنیت کی تصویر کھینچی ہے:

مری قرآن خوانی سے نہ ہوں یوں بدگماں حضرت
مجھے تفسیر بھی آتی ہے، اپنا مدعا کہیے!

صوفی سے مراد وہ صوفی ہے جو اپنے مریدوں کو شریعت سے ماورا، دوسری راہوں پر بھٹکاتا ہے۔ شاعر سے مراد ہے وہ شاعر ہے جو اپنے کلام سے قوم کے اخلاق خراب کرتا ہے۔ اقبال کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی ملّی تاریخ کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ فقہاء، صوفیا اور شعراء نے اپنی غلط روش، غیر اسلامی تعلیم اور کوتاہ بینی کی بدولت بارہا قوم کو گمراہ کیا ہے۔ یہ لوگ اپنے علم وفضل اور حکمت و دانش سے عوام کی رہنمائی کر سکتے ہیں لیکن اپنی بے عملی اور منافقت کے باعث خود ہی گمراہ ہو کر رہ گئے ہیں۔

3۔ قوم کی حقیقی رہنمائی کے لیے تو ایسے جذبوں اور اصولوں کی ضرورت ہوتی ہے جو قوم کو سرگرمِ عمل کر کے شیر کی سی طاقت عطا کرتے ہیں۔ ایسے جذبوں کی نہیں جو قوموں کو بھیڑ بکریوں کی طرح بزدل بنا کر رکھ دے۔ اگر مسلمان ترقی کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اپنے اندر ایسی جلالی شان پیدا کرنی چاہیے، جس کی بدولت دشمنوں کے دلوں پر ہیبت طاری ہو جائے۔ گزشتہ ناکامیوں پر افسوس کرتے رہنے یا اپنے اندر مایوسی کا رنگ پیدا کرنے سے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔

4۔ اقبال کہتے ہیں کہ میں نے قوم کے مرض کی تشخیص کر لی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اس کے افراد یعنی مسلمان کے دل میں اسلام کو دنیا میں سربلند کرنے کی آرزو چٹکیاں نہیں لیتی۔

اقبال کا فلسفہ یہ ہے کہ قوم اسی وقت ترقی کر سکتی ہے جب ہر فرد کے دل میں تبلیغ واشاعت اسلام کی تڑپ پیدا ہو جائے اور ہر فرد نفاذ واشاعت اسلام کے لئے ایسا بے چین ہو جائے، جیسا وہ شخص بے چین ہو جاتا ہے جس کے بدن میں کسی زہریلے جانور نے نیش (ڈنک) مار دیا ہو۔ آرزو کی بے نیشی (ڈنک کا نہ ہونا) مسلمانوں کا سب سے بڑا مرض ہے۔ واضح ہو کہ یہ تڑپ، یہ بے چینی، یہ اضطراب اس وقت پیدا ہو سکتا ہے، جب قوم کے افراد اُن لوگوں کی صحبت اختیار کریں جن کے اندر یہ تڑپ موجود ہو۔ لیکن قوم کا رُخ یا تو کالجوں یا سکولوں کی طرف ہے، جہاں تڑپ پیدا نہیں کی جاتی، بلکہ خواب آور گولیاں کھلائی جاتی ہیں، یا پھر قوم کا رُخ مدرسوں کی طرف ہے جہاں اسلام کا نام زبان پر تو بہت آتا ہے، لیکن دل اس کی روح سے خالی ہے۔ بہر حال اسلام کی سچی لگن نہ کالج میں ہے نہ مدرسے میں۔ اقبال کہتے ہیں:

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا، لا اِلٰہ اِلّا اللہ

اور اکبر الٰہ آبادی نے فرمایا:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

5۔ اے مسلمان! تُو جسمانی صحت وآرائش کو یا خون کی زیادتی کو زندگی سمجھتا ہے، حالانکہ یہ تو اچھی غذا کا نتیجہ ہے۔ جانِ پاک یعنی روحانی پاکیزگی، ہوٹلوں اور ریستورانوں کے کھانے اور اعلیٰ لباس زیب تن کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی، اس کے لئے تو پاک لوگوں کی صحبت شرط ہے۔ اگر تُو اپنے آپ کو صرف ذرّاتِ مادہ کی ترکیب کا نتیجہ سمجھتا ہے تو یہ تیری غلطی ہے۔ آب و نان سے جسم کی پرورش ہو سکتی ہے۔ رُوح کی بالیدگی کے لئے روحانی غذا کی ضرورت ہے جو تیرے اندر عشقِ رسولؐ سے اور ان لوگوں کی صحبت سے حاصل ہو سکتی ہے جن کا قلب عشقِ رسولؐ سے معمور ہے۔ جسم کی غذا روٹی ہے اور روح کی غذا عشق۔

منبر و محراب

سورۃ العلق کی آیات 6 تا 19

نبی اکرم ﷺ کے لیے تسلی کا پیغام اور ابوجہل کے لیے سخت وعید

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کے 23 دسمبر 2005ء کے خطابِ جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور سورۃ العلق کی آیات کی تلاوت کے بعد فرمایا: سورۃ العلق کی آیات 6 تا 19 کے بارے میں اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آغاز وحی کے کچھ عرصہ کے بعد نازل ہوئیں۔ نبی اکرم ﷺ نے جب بیت اللہ میں نماز پڑھنی شروع کی تو ابوجہل کو بڑی تکلیف ہوئی۔ کیونکہ مشرکین نے نماز کا حلیہ بگاڑا ہوا تھا۔ اُن کے ہاں اڑھائی ہزار سال قبل حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کا تصور صلوٰۃ اس حد تک بگڑ چکا تھا کہ نماز میں سیٹیاں بجائی جاتی اور تالیاں پیٹی جاتی تھیں۔ اپنے مسخ شدہ تصورِ صلوٰۃ کے برعکس ابوجہل جب نبی اکرم ﷺ کو اصل صورت میں نماز پڑھتے دیکھتا تو اس پر بڑا گراں گزرتا۔ وہ آپ ﷺ کو چڑاتا' دھمکاتا اور طرح طرح سے ایذائیں پہنچانے کی کوشش کرتا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں' جن میں اس کے لیے وعید اور نبی اکرم ﷺ کے لیے تسلی کا پیغام ہے۔

آیئے اِن آیات کا ترتیب وار مطالعہ کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰىٓ ۝ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ۝﴾

''ہرگز نہیں' انسان سرکشی کرتا ہے اس بنا پر کہ وہ اپنے آپ کو بے نیاز دیکھتا ہے''۔

اِس آیت کے دو مفہوم بیان کیے گئے ہیں۔ ایک مفہوم یہ ہے کہ ایک آدمی کے پاس اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے۔ مثلاً مال و دولت بھی ہے' اولاد اور صحت کی نعمتیں بھی میسر ہیں اور جب یہ سب کچھ مل گیا تو اس بنا پر کہ وہ دنیا میں جو کچھ چاہتا تھا' اسے حاصل ہو گیا ہے' شکر گزار ہونے کے بجائے سرکشی پر اتر آتا ہے' اکڑنے لگتا ہے اور فرعون بن جاتا ہے۔ یہاں اس کی ناشکری کی کیفیت کو بیان کیا گیا ہے۔

دوسرا مفہوم جو ان آیات کے مضمون سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے' یہ ہے کہ آدمی خیال کرتا ہے کہ اسے دیکھنے والی کوئی آنکھ نہیں ہے۔ کوئی ایسی برتر ہستی نہیں ہے جو اسے اس کے جرائم کی سزا دے۔ چنانچہ وہ حدود کو پھلانگنے پر جری ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب آدمی کو کسی ضابطہ اور قانون کی گرفت کا اندیشہ نہ ہو تو اس کے لئے تقویٰ کی حدود کے اندر رہنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ انسان کی سرکشی اور مجرمانہ ذہنیت کا ایک ہی علاج ہے۔ وہ ہے اللہ تعالیٰ کے بے لاگ عدل کا خیال! اسی لیے اگلی آیت میں فرمایا:

﴿اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الرُّجْعٰى ۝﴾

''بے شک تیرے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔

گویا تمہیں اور کوئی دیکھے نہ دیکھے' تمہارا رب دیکھ رہا ہے۔ تمہیں اس کے حضور پلٹ کر جانا ہے۔ وہاں جواب طلبی ہوگی۔ اب جس شخص کے دل میں محاسبہ کا خیال ہوگا وہ لازماً اپنی حدود میں رہے گا اور جو اس یقین سے عاری ہوگا وہ بے لگام اور شتر بے مہار ہوگا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ انسان کو دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے سے روکنے اور اپنے دائرۂ اختیار میں رکھنے کے لیے قانون ضروری ہے۔ اسی لیے قانون بنائے جاتے ہیں۔ اور پھر قانون نافذ کرنے کے لیے ایک ادارہ وجود میں آتا ہے کیونکہ خواہ کتنا ہی اچھا قانون بنالیا جائے اگر اس کے نفاذ میں کوتاہی رہ جائے تو وہ بے کار ہو جاتا ہے۔ وہ انسان کو اس کی طغیانی اور سرکشی سے نہیں روک سکتا۔ اس کی سب سے بڑی مثال اس وقت امریکہ اور یورپی ممالک ہیں' جہاں پر اگرچہ قانون کی عملداری ہے مگر اس وقت تک جب تک قانون کا شکنجہ کسا ہوا ہو۔ ورنہ جن معاشرتی جرائم اور انسانیت سوز اور اخلاق باختہ حرکات کی قانونی طور پر روک ٹوک نہیں' وہاں ان کی درندگی اس قدر نمایاں ہے کہ وہ حیوانِ محض بن کر رہ گئے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل نیو یارک میں ہونے والا پاور بریک ڈاؤن اِس کی زندہ مثال ہے۔

قوانین کی عملداری کے باوجود بھی ضروری نہیں کہ لوگ پورے طور دوسروں کے حقوق کا احترام کریں۔ انسان کو صحیح معنوں میں اگر کوئی شے حدود کا پابند کر سکتی ہے' تو وہ صرف یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کا واقعہ ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ معمول کے مطابق رعایا کی خبر گیری کی غرض سے رات کے وقت گشت کر رہے تھے۔ ایک گھر کے اندر سے ایک ماں اور بیٹی کے درمیان مکالمہ ہو رہا تھا۔ ماں کہتی' بیٹی دودھ میں تھوڑا سا پانی بھی ملا دو۔ وہ کہتی ہے کہ نہیں ماں جی' امیر المومنین حضرت عمرؓ نے آرڈیننس جاری کر دیا ہے کہ دودھ میں ملاوٹ کی اجازت نہیں ہے۔ اگر ہم اس طرح سے بیچیں گے تو دھوکہ دیں گے۔ یہ میں کیسے کر دوں۔ ماں نے کہا' بیٹی اس وقت تو عمر نہیں دیکھ رہے ہیں۔ بیٹی نے دانشمندانہ جواب دیا: امی جان! اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ غور کیجئے اِس واقعہ میں لڑکی کو کس چیز نے کو ملاوٹ سے باز رکھا۔ ظاہر ہے کہ خدا خوفی اور تقویٰ نے۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

بھلائی کر بھلا ہو گا' برائی کر برا ہوگا
کوئی دیکھے نہ دیکھے پر خدا تو دیکھتا ہو گا

اگرچہ طبعی طور پر انسان میں طغیانی اور سرکشی کا رجحان موجود ہے لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر ضمیر (Conscious) بھی رکھا ہے' وہ اُسے توجہ دلاتا رہتا ہے کہ تم یہ غلط کام کر رہے ہو۔ تم نے دوسرے کے حق پر ڈاکہ ڈالا ہے' اُس کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ تم نے ایک کمزور کا حق چھینا ہے۔ تمہاری اس غلطی پر تو اس وقت تو کوئی پکڑنے والا نہیں ہے' لیکن اللہ تو ہے جو دیکھ رہا ہے' جس نے یہ نظامِ ہستی تخلیق کیا ہے' اس کے ہاں تمہیں اپنے ہر عمل کا حساب دینا ہے۔ گویا انسان کا ضمیر زندہ ہو' اس میں زندگی کی کچھ بھی رمق موجود ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اُس کے اندر تقویٰ کی بنیادی پونجی اور سرمایہ موجود ہے۔ اگر وہ اس کو Develop کرے تو وہ صدیقیت کے بلند مقام کو پا سکتا ہے اور اگر کوئی شخص ڈھٹائی کے ساتھ ضمیر کی آواز کو دباتا اور کچلتا رہے تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اُس کا ضمیر بے جان اور مردہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔

ضمیر کی زندگی تقویٰ' صالحیت اور معاشرے کی درستگی کی بنیاد ہے۔ اسی طرح اگر مسلمانوں میں تقویٰ ہو گا'

تو یہ دنیا ان کے لیے جنت کا نمونہ ہوگی ورنہ جہنم زار ہوگی۔ اس وقت ہمارے معاشرے میں دھوکہ دہی' حق تلفی' جھوٹ' ملاوٹ اور غلط بیانی کا چلن عام ہے۔ اس کا سبب دلوں سے تقویٰ کا اٹھ جانا ہے۔ افراد معاشرہ کے اندر احساس ہی مر گیا ہے کہ رب کی طرف واپس لوٹنا ہے۔ وہاں پر جواب دہی ہونی ہے۔ یہ طغیانی کی روش ہے۔ اس کا انجام جہنم ہے۔ سورۂ نازعات میں فرمایا:

﴿فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝﴾

"جس شخص نے طغیانی کی روش اختیار کی اور دنیا کی زندگی کو آخرت پر ترجیح دی تو ایسے شخص کا آخری ٹھکانہ جہنم ہے"۔

اس کے برعکس تقویٰ کا صلہ جنت ہے' فرمایا:

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝﴾

"جو شخص اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرتا رہا (اس احساس کے تحت کہ بالآخر اللہ کی عدالت میں پیشی ہونی ہے) اُس نے خواہش نفس کو لگام دی (اور اللہ کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچایا) تو ایسے شخص کا آخری ٹھکانہ جنت ہے۔"

اللہ کی طرف لوٹ کر جانے کی یاد دہانی کے بعد فرمایا:

﴿اَرَءَيْتَ الَّذِيْ يَنْهٰى ۝ عَبْدًا اِذَا صَلّٰى ۝﴾

"کیا تم نے دیکھا اُس شخص کو جو روکتا ہے ایک بندے کو جب کہ وہ نماز پڑھتا ہے"۔

اشارہ ابوجہل کی طرف ہے۔ جیسا کہ ابتداء میں ذکر کیا گیا کہ ابوجہل نبی اکرم ﷺ کو جب بیت اللہ میں نماز پڑھتے دیکھتا تو مشتعل ہو جاتا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے دھمکی دی تھی کہ محمد ﷺ کو بتا دو کہ اگر آئندہ اُس نے خانہ کعبہ میں نماز ادا کی تو اُس کی گردن پر پاؤں رکھ کر چہرہ (انور) کو مسل دوں گا (معاذ اللہ)۔ چنانچہ ایک دن وہ بُرے ارادہ سے نبی کریم ﷺ کی طرف بڑھا' مگر لوگوں نے دیکھا کہ اچانک ایسے پیچھے ہٹا گویا اپنے چہرے کو کسی کے وار سے بچا رہا ہو۔ بعد میں لوگوں نے اُس سے اس کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ جب میں آگے بڑھا تو دیکھا کہ میرے اور محمد ﷺ کے درمیان آگ کی خندق ہے' جس سے پروں والی کوئی مخلوق مجھ پر جھپٹنے لگی۔ جب حضور ﷺ کو یہ بات بتائی گئی تو آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ (معلون) ذرا آگے بڑھتا تو فرشتے اُس کی بوٹی بوٹی جدا کر دیتے ـــــ بظاہر آیت سے ایسا لگتا ہے کہ ہر انصاف پسند شخص سے خطاب ہے کہ دیکھو نبی کریم ﷺ اپنے رب سے مناجات میں مصروف ہیں' اس کا حق بندگی ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور کس قدر بدبختی کی بات ہے یہ سرکش اور خدا کا باغی اپنی حدود سے تجاوز کر کے رسول اللہ ﷺ کی عظیم المرتبت ہستی کو اللہ تعالیٰ کی بندگی سے روک رہا ہے۔ اس کے بعد فرمایا:

﴿اَرَءَيْتَ اِنْ كَانَ عَلَى الْهُدٰٓى ۝ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰى ۝﴾

"تمہارا کیا خیال ہے' اگر وہ (بندہ) راہِ راست پر ہو یا تقویٰ کی تلقین کرتا ہو؟"

حضرت شاہ صاحب نے موضح القرآن میں بیان کیا ہے' یعنی اگر (ابوجہل) نیک راہ پر ہوتا بھلے کام سکھاتا تو کیا اچھا آدمی ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے دُعا فرمائی تھی کہ پروردگار عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام (ابوجہل) میں سے کسی ایک کو تو ہدایت کے لیے قبول فرما لے۔ آپؐ کی دعا قبول ہوئی اور حضرت عمرؓ اسلام لائے۔ اب جیسے حضرت عمر بن خطابؓ اگرچہ اسلام میں دیر سے آئے' لیکن کتنوں کو ہی پیچھے چھوڑ گئے' یہاں تک کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد سب سے اونچا مقام پایا' اسی طرح اگر ابوجہل بھی ہدایت پر ہوتا اور تقویٰ کی تعلیم دے رہا ہوتا تو بلند مرتبہ پاتا۔

﴿اَرَءَيْتَ اِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۝﴾

"تمہارا کیا خیال ہے اگر یہ (منع کرنے والا شخص حق کو) جھٹلاتا اور منہ موڑتا ہو؟ کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھ رہا ہے"۔

ذرا اُس شخص کے حال پر غور کرو جو حق کو جھٹلا رہا ہے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ وہ اللہ کی نگاہ میں ہے۔ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ یہ سرکشی اسی لیے کر رہا ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ مجھے پکڑنے والا کوئی نہیں ہے۔ کوئی برتر ہستی نہیں ہے جو مجھ پر قابو یافتہ ہو۔ اُس کی سرکشی اور طغیانی کی بنیاد خدا فراموشی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ یہی خدا فراموشی ہر دور میں اللہ کی نافرمانی' شریعت سے روگردانی اور معاشرتی فساد اور جرائم کی بنیاد رہی ہے۔

آگے فرمایا:

﴿كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۝ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۝ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۝﴾

"ہرگز نہیں' اگر یہ شخص باز نہ آیا تو ہم اسے گھسیٹیں گے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر۔ تو چاہئے کہ وہ پکارے اپنی مجلس والوں کو' ہم بھی عذاب کے فرشتوں کو بلائیں گے۔"

نبی ﷺ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپ ابوجہل کی مخالفت سے پریشان نہ ہوں۔ اللہ آپ کے ساتھ ہے۔ اس کی نصرت اور تائید آپ کے شامل حال ہے۔ اس شخص کو آج اپنے آپ پر بڑا غرور ہے۔ پر کل ہم اس کو پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹیں گے' وہ پیشانی کہ جو جھوٹی اور خطاکار ہے۔ ایک مرتبہ جب ابوجہل نے آپ ﷺ کو نماز سے روکنا چاہا تو آپؐ نے سختی سے جواب دیا۔ ابوجہل کہنے لگا' کیا جانتے ہو کہ مکہ میں سب سے بڑی مجلس میری ہے۔ اُس پر فرمایا کہ وہ مجلس والے ساتھیوں کو بلائے۔ ہم بھی اُس کی گوشالی کے لیے اپنے سپاہی بلاتے ہیں۔ دیکھیں کون غالب ہوتا ہے۔ کچھ عرصے کے بعد بدر کے میدان میں دیکھ لیا کہ اُسے کس طرح اسلام کے سپاہیوں نے قلیب بدر میں پھینک دیا۔ باقی اصل گھسیٹے جانے کا وقت تو آخرت کا ہے' جب دوزخ کے فرشتے اُس کو نہایت ذلت کے ساتھ جہنم رسید کریں گے۔

آخری آیت میں نبی اکرم ﷺ سے فرمایا:

﴿كَلَّا ۭ لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۝﴾

"کوئی نہیں' مت مان اُس کا کہا اور سجدہ کر اور (اپنے رب کا) قرب حاصل کر"۔

اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کے لیے تسلی کا پیغام ہے۔ آپؐ کو بتایا گیا ہے کہ آپ ابوجہل اور اُس کے گماشتوں کی دھمکیوں سے نہ گھبرایئے' اُن کی باتوں کو خاطر میں نہ لایئے' آپ کی جو ذمہ داری ہے' اُس کی ادائیگی میں لگے رہیئے۔ اللہ کی مدد آپ کے ساتھ ہے۔ آپ اللہ کے سامنے جھکئے' اُس کا قرب حاصل کیجئے۔ عمومی طور پر اس میں تمام مسلمانوں کے لیے ہدایت ہے کہ اللہ کی جانب رجوع کرو۔ اُسی کی اطاعت اختیار کرو۔ وہ تمہاری مدد اور نصرت فرمائے گا۔ اور اگر اللہ تمہاری نصرت اور حمایت کرے تو کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا ورنہ کوئی نہیں جو تمہاری امداد کر سکے۔ سورۂ آل عمران میں فرمایا:

﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝﴾

"اور اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہو سکے گا۔ اور اگر وہ تمہاری مدد نہ کرے تو پھر کون ایسا ہے جو اس کے بعد تمہاری مدد کر سکے۔ [illegible] مومنوں

(باقی صفحہ 12 پر)

> **اگرچہ طبعی طور پر انسان میں طغیانی کا رجحان موجود ہے' لیکن ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے اُس کے اندر ضمیر بھی رکھا ہے جو اسے توجہ دلاتا رہتا ہے کہ تم غلط کام کر رہے ہو' تمہیں اور کوئی دیکھے نہ دیکھے' اللہ دیکھ رہا ہے**

کالا باغ ڈیم تنازعہ

علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

اپنے خطاب کے آخر میں امیر محترم نے کالا باغ ڈیم کے متنازعہ مسئلہ پر گفتگو فرمائی۔ انہوں نے فرمایا: کالا باغ ڈیم کا مسئلہ سنگین صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اِس کے بارے میں چند اصولی باتیں سمجھ لیں۔

یہ مسئلہ نیا نہیں بلکہ روز اول سے چلا آ رہا ہے۔ تربیلا ڈیم بننے کے فوراً بعد یہ فیصلہ ہو گیا تھا کہ کالا باغ ڈیم بھی بنایا جائے گا۔ ضیاء الحق (مرحوم) نے بھی اپنے دور میں اس جانب پیش رفت کی کوشش کی تھی' اس ایشو اٹھایا تھا۔ جنرل مشرف نے تو اپنے سات سالہ دور میں کئی مرتبہ اِس ''مقدس'' پتھر کو اُٹھایا مگر چوم کر واپس رکھ دیا گیا۔

قومی اہمیت کے اس معاملے میں قوم کے افتراق اور متفقہ موقف تک نہ پہنچنے کا اگر تجزیہ کیا جائے تو اس کی بظاہر سب سے بڑی وجہ بد اعتمادی کی فضا ہے۔ صوبہ سندھ اور سرحد کو کالا باغ ڈیم بننے کے حوالے سے زیادہ تشویش ہے۔ انہیں صوبہ پنجاب پر اور موجودہ حکمرانوں پر اعتماد نہیں ہے' حالانکہ حکمران آئینی تحفظ اور ضمانت دینے کے لیے بھی تیار ہیں۔ بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ بے اعتمادی بلاوجہ نہیں ہے۔ غور طلب بات یہ ہے کہ آئینی تحفظ کی ضمانت وہ شخص دے رہا ہے جس نے خود آئین کی دھجیاں اُڑائی ہیں۔ ایسے میں اس کی آئینی ضمانت کون قبول کرے گا۔

اصولی طور پر پوری قوم ایک وحدت ہے۔ اُس کا نفع ونقصان ایک ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی' نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبی' دین بھی' قرآن بھی ایک

پھر کیا وجہ ہے۔ ایک دوسرے پر اعتماد کیوں نہیں ہے۔ ایک دوسرے کی یقین دہانی پر اعتبار کیوں نہیں آ رہا۔ اِس اہم مسئلہ پر قوم متحد کیوں نہیں ہو رہی۔ ہمارے نزدیک اس کا اصل سبب اسلام سے روگردانی ہے۔ کیونکہ ہمارے اتفاق واتحاد کی حقیقی بنیاد دین تھا' جس کی بنیاد پر ہم نے یہ ملک حاصل کیا تھا' مگر ہم نے ساٹھ سالوں کے دوران اپنی نظریاتی اساس کو کمزور کیا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تو ہمیں ایک آزاد خطۂ ارضی عطا فرما دے تو اُس میں تیرے دین کو قائم کریں گے' قرآن وسنت کو اُس کا دستور بنائیں گے' لیکن قیام پاکستان کے بعد عملاً ہم نے اِس نظریہ سے انحراف کیا اور ہمیشہ اسلام کی جڑوں کو کھودنے کی کوشش کی ہے۔ دین کو قائم کرنا ہماری ذمہ داری تھی' لیکن ہم نے اس ذمہ داری سے پہلوتہی کی اور دین سے پسپائی' قرآن سے بے وفائی' سنتِ رسول سے بے اعتنائی اور نظامِ مصطفیٰ کے قیام سے گریز کا راستہ اختیار کیا۔ چنانچہ آج انفرادی اور اجتماعی کسی بھی سطح پر دین نافذ نہیں ہے۔ اس کی سزا کے طور پر اللہ تعالیٰ نے ہم پر نفاق مسلط کر دیا ہے۔ از روئے حدیث رسول جس کی علامات جھوٹ' وعدہ خلافی' بد دیانتی اور لڑائی جھگڑے ہیں۔ چنانچہ اسی نفاق کا مظہر ہے کہ سوسائٹی میں انفرادی سطح ہو یا اجتماعی ہر گاہ جھوٹ اور بد دیانتی کا راج ہے۔

کالا باغ ڈیم کے مسئلہ پر قوم انتشار کا شکار ہے۔ اندریں حالات ضروری ہے کہ پوری قوم اللہ کی طرف رجوع کرے' اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔ پھر بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے خطرات سے نجات اور آبی وسائل کی فراہمی کے اسباب پیدا فرما دے

چھوٹے بڑے سب جھوٹ بول رہے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف بیان بازی ہو رہی ہے' کوئی عہد کو پورا نہیں کرتا۔ ایسے میں آئینی ضمانت کی کیا حیثیت ہے۔

کہا جا رہا ہے کہ اگر کالا باغ ڈیم نہ بنا تو کچھ عرصے بعد پنجاب کے زرخیز میدان صحراؤں میں بدل جائیں گے۔ یہ دلیل اپنی جگہ مگر صوبوں کو اعتماد میں لیے بغیر اِس جانب کوئی قدم اٹھایا گیا تو اِس سے کوئی خیر برآمد نہ ہوگا۔ بلکہ یہ امر شدید خطرات کا باعث ہوگا۔ اس لیے کہ معاملہ انتہائی شدت کو پہنچ چکا ہے۔ مسئلہ کے حل کے لیے افہام و تفہیم کی بجائے جبر کا راستہ اپنایا گیا' تو خدا نہ کرے' کوئی بڑا سانحہ رونما ہو سکتا ہے۔

ہمارے خیال میں قیام پاکستان کے بعد اگر یہاں اسلامی نظام نافذ کر دیا جاتا' اسلامی نظریہ حیات کو فروغ دیا جاتا' اسلام کے رشتہ اخوت اور بھائی چارہ کا پرچار کیا جاتا تو آج صورتحال یقیناً مختلف ہوتی۔ صوبائیت اور لسانیت کے جھگڑے ہوتے اور نہ انتشار و افتراق' اور بداعتمادی کے گہرے سایے ہوتے۔ بلکہ قوم متحد ہوتی اور اخوت کے جذبے کے تحت ایک دوسرے کے لیے قربانی اور ایثار کا جذبہ موجود ہوتا کہ یہی دین کی تعلیم ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: مومنین تو ایک جسد واحد کی طرح ہیں کہ جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم بے قرار ہوتا ہے۔

اگرچہ مادی نقطہ نظر سے یہ بات غلط نہیں ہے کہ کالا باغ ڈیم تعمیر نہ ہونے سے پنجاب کے صحرا بننے کا اندیشہ ہے۔ تاہم مسلمان کے لیے کامیابی کا اصل وسیلہ دنیاوی اسباب کی فراہمی نہیں' بلکہ رجوع الی اللہ ہے۔ اندریں حالات ضروری ہے کہ پوری قوم اللہ کی جانب رجوع کرے' اسلامی نظام کی طرف پیش قدمی کی جائے۔ پھر بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کے خطرات سے نجات اور آبی وسائل کی فراہمی کے اسباب پیدا فرما دے۔

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا:

﴿وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ۝﴾ (ھود:52)

''اے میری قوم اپنے رب سے استغفار کرو اور اسی کی طرف رجوع کرو (اِس کے نتیجہ میں) اللہ تعالیٰ آسمان سے تم پر دھاریں چھوڑ دے گا (یعنی آب رسانی کا انتظام فرمائے گا) اور تمہیں قوت پر قوت عطا کرے گا۔ اور روگردانی نہ کرو' گناہ گار ہو کر''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِقَامَةُ حَدٍّ مِّنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ مَّطَرِ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً فِيْ بِلَادِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ)) (سنن ابن ماجہ)

''اللہ کی حدود میں سے ایک حد کا نافذ کر دینا اللہ عزوجل کی سرزمین میں چالیس راتوں کی بارش کی برکت سے زیادہ موجب خیر ہے''۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر توبہ اور اسلامی نظام کی جانب پیش قدمی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(مرتب: محبوب الحق عاجز)

شیخ عمر تلمسانیؒ

سید قاسم محمود

مصر کی اسلامی تحریک کے قائدین شیخ حسن البناء شہید، مفتی محمد عبدہٗ، علامہ رشید رضا، شیخ حسن الہضیبی، سیدہ زینب الغزالی اور سید قطب شہید کے حالات و خدمات پر ''ندائے خلافت'' کی چند سابقہ قسطوں میں روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ تین بزرگ اور بھی ہیں، جن کے تذکرے کے بغیر یہ بیان ادھورا رہے گا۔ شیخ عمر تلمسانی، سید محمد حامد ابوالنصر اور جسٹس عبدالقادر عودہ شہید۔ تین اقساط فرداً فرداً ان بزرگوں کے لیے بھی مختص ہیں۔

نومبر 1973ء میں الاخوان المسلمون کے مرشد عام شیخ حسن الہضیبی کی وفات سے اخوان کی صفوں میں ایک ایسا خلاء پیدا ہوگیا تھا جس کا پُر ہونا ناممکن نظر آتا تھا۔ اخوان کے مخالفین طنزاً یہ کہتے تھے کہ وہ دن دُور نہیں جب اخوان کا تذکرہ صرف کتابوں تک محدود ہو کر رہ جائے گا، گلیوں میں اور بازاروں میں اس کے اثرات اب ختم ہو جائیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ نے عمر تلمسانی کی شکل میں اخوان کو حسن الہضیبی کا ایسا نعم البدل عطا کیا، جس نے تقریباً تیرہ برس اخوان کی قیادت کی اور اس جواں فکر بوڑھے نے حقیقی معنی میں اس متوقع بحران پر قابو پالیا، جس کا انتظار اخوان کے مخالفین مدتوں سے کر رہے تھے۔ عمر تلمسانی مصر کی سماجی، سیاسی اور مذہبی زندگی میں محبت و الفت کی ایک علامت تھے۔ آپ کا یہ کارنامہ کیا کم ہے کہ بیماری کے باوجود آپ نے اسلام پسند طلبہ اور دینی و سیاسی حلقوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کے جنازے میں چھ لاکھ کے قریب افراد نے شرکت کی۔ ان میں صدر حسنی مبارک کے ذاتی نمائندے، وزراء، سفراء، وزیر اعظم ڈاکٹر علی لطفی تمام سیاسی و دینی جماعتوں اور تنظیموں کے رہنما بھی شامل تھے۔ تین لاکھ کی تعداد میں تو صرف طلبہ شامل تھے اور جنازے کے جلوس میں پندرہ ہزار کاریں شامل تھیں۔ قاہرہ ایئرپورٹ اس دن دنیا کا مصروف ترین ایئرپورٹ تھا، جہاں ٹریفک کنٹرول کرنے کے لئے حکومت کی پوری مشنری کو خصوصی انتظامات کرنے پڑے تھے۔ سوڈان، اردن، سعودی عرب، خلیجی ریاستوں، شام، جرمنی، انگلستان اور فرانس وغیرہ سے شیخ کے دیوانے آخری دیدار، اُن کی نماز جنازہ اور تدفین میں شرکت کے لیے اُمڈے چلے آ رہے تھے۔

شیخ عمر تلمسانی 4 نومبر 1904ء کو قاہرہ کے ایک ممتاز علمی و ادبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے اجداد الجزائر کے ایک قصبے تلمسان کے رہنے والے تھے۔ 1835ء میں فرانسیسی استعماریت پسندوں نے جب الجزائر کو اپنی کالونی بنایا تو آپ کے دادا عبدالقادر پاشا تلمسان سے ہجرت کر کے قاہرہ میں مقیم ہوگئے۔ تلمسان الجزائر کا وہ قصبہ ہے، جو اپنے عوام کی بہادری کے سبب بین الاقوامی شہرت رکھتا ہے۔ اس قصبے کے باشندوں نے 1835ء میں فرانسیسی افواج کو ناکوں چنے چبوا دیے تھے۔ فرانسیسی افواج کو سب سے زیادہ مزاحمت کا سامنا تلمسان میں کرنا پڑا تھا۔ آج بھی پیرس کے قومی عجائب گھر میں تلمسان کے بہادر اور غیور عوام سے چھینے ہوئے ہتھیاروں کا خاصا بڑا ذخیرہ برائے نمائش موجود ہے۔ تلمسانیوں کا یہ کردار کہ باطل کے آگے گردن نہیں جھکائیں گے، عمر تلمسانی کی پوری زندگی اس کردار سے عبارت ہے۔

عبدالقادر پاشا تلمسانی کا خاندان قاہرہ میں تقریباً 70 برس مقیم رہا۔ 1907ء میں شہر کے ہنگاموں سے تنگ آ کر وہ ضلع تلیونیہ کے ایک گاؤں ''نوی'' میں اپنی جاگیر پر چلے گئے۔ قاہرہ میں آپ نے اپنی تمام جائیداد کرائے پر اٹھا دی۔ کبھی کبھار اس جائیداد کی دیکھ بھال کے لیے قاہرہ آیا کرتے تھے۔ اپنی دین داری، مطالعۂ کتب اور سخاوت میں پورے ضلع کی جانی پہچانی شخصیت تھے۔ انہیں محمد بن عبدالوہاب سے گہری عقیدت تھی۔ حج کے زمانے میں آپ محمد بن عبدالوہاب کی تصانیف شائع کر کے مفت تقسیم کیا کرتے تھے۔ شیخ عمر تلمسانی کے بقول: ''آج بھی سعودی عرب کے کتب خانوں میں میرے دادا کی طبع شدہ کتب موجود ہیں''۔

آپ کے دادا کا رابطہ اپنے زمانے کے جید علمائے دین سے رہتا تھا۔ خاص طور پر علمائے الازہر سے آپ کے نہایت گہرے اور قریبی تعلقات تھے۔ جامعہ الازہر کے علماء اکثر بعض دینی و سیاسی امور پر مشاورت کے لیے اُن کے پاس آیا کرتے تھے۔ ان مجالس میں محمد بن عبدالوہاب کی تعلیمات اور وہابی تحریک کے اثرات پر بحث ہوتی تھی۔ شیخ عمر تلمسانی اپنے دادا کی ان مجالس میں اکثر شریک ہوتے تھے، جس کا فائدہ اُن کو یہ پہنچا کہ ایک طرف اُن کی عقیدت محمد بن عبدالوہاب سے بڑھتی گئی اور دوسری طرف بلند پایہ علمی و دینی شخصیات کے درمیان بحث و مباحثہ کے سبب اُن کے اندر دین فہمی کا شعور پیدا ہوتا گیا۔ شیخ عمر تلمسانی کی شخصیت بنانے میں جامعہ الازہر کے علماء کے علاوہ ان مجالس کے مذاکرات نے بھی مرکزی کردار ادا کیا ہے۔ تحمل اور بردباری گویا ان مذاکرات کا خاص وصف تھا۔ ان کے نقوش آخری وقت تک آپ کی زندگی پر حاوی رہے۔ چنانچہ مصر میں مختلف مسالک سے وابستہ علماء کے درمیان اتحاد کے لیے اُن کی کوششیں اسی تربیت کا حصہ ہیں۔ اسی طرح شیخ جب نوجوان طلبہ میں بیٹھتے تو ان کی تیز و تند، جوشیلی گفتگو اور اعتراضات سن کر کبھی نہ گھبراتے، بلکہ اُن کی باتیں سن کر آخر میں نہایت تحمل سے اپنی رائے کا اظہار کرتے۔ ان کی رائے اتنی صائب ہوتی تھی کہ مخالفین کے تمام اعتراضات وہیں دم توڑ دیتے اور دوستوں کے دل میں آپ کا احترام پہلے سے بڑھ جاتا۔

عمر تلمسانی نے ابتدائی تعلیم گاؤں کے ایک مدرسے ''سیدی علی'' میں حاصل کی۔ وہیں قرآن مجید حفظ کیا۔ مزید تعلیم قاہرہ کے سیکنڈری سکول میں حاصل کی۔ حسن البناء ہی کی طرح آپ نے دوران تعلیم 1919ء کے انگریزوں کے خلاف احتجاجی مظاہروں میں شرکت کی۔ یہ احتجاجی مظاہرے سعد زاغلول پاشا کی اپیل پر انگریزوں کے خلاف شروع کیے گئے تھے۔ کالج کے زمانے میں تفسیر زمخشری، تفسیر ابن کثیر، تاریخ ابن ہشام، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا مطالعہ کیا۔ 1923ء میں دوران تعلیم آپ کی شادی ہوئی۔ اُسی سال والد کا انتقال ہوا۔ اسی سال آپ نے قاہرہ کے لاء کالج میں داخلہ لیا۔ 1931ء میں آپ لاء کالج سے فارغ ہوئے اور ایک ریٹائرڈ جج ابراہیم کے نائب کی حیثیت سے پریکٹس کرنے لگے۔ 1932ء میں اپنی علیحدہ پریکٹس کا آغاز کیا۔ طالب علمی کے زمانے سے لے کر 1932ء تک آپ کی ہمدردیاں وفد پارٹی کے ساتھ تھیں۔ آپ وفد کے پروگرام اور طریق کار سے مکمل اتفاق رکھنے کے باوجود کبھی اُن کے رکن نہ بن سکے۔ غالباً اس کا واحد سبب یہ تھا کہ ابھی آپ نے باضابطہ سیاست میں حصہ لینے کا فیصلہ نہیں کیا تھا اور نہ ہی عملی زندگی کے تقاضے آپ پر واضح تھے۔

1931ء میں پہلی دفعہ آپ نے آزاد امیدوار کی حیثیت سے پارلیمنٹ کے انتخابات میں حصہ لیا اور شکست کھائی۔ اس کے بعد بھی آپ نے انتخابات میں حصہ لیا اور شکست کھائی۔ ان دونا کامیوں کا سبب یہی تھا کہ آپ کسی جماعت سے باضابطہ منسلک نہیں تھے۔ الاخوان المسلمون میں شمولیت سے پہلے آپ الاہرام' السیاسۃ' الجہاد' المصور' الطائف اور التجارہ وغیرہ کے باقاعدہ قاری تھے۔ 1933ء میں آپ الاخوان المسلمون میں شامل ہوئے اور پھر مرتے دم تک اسی جماعت سے وابستہ رہے۔

الاخوان المسلمون میں شمولیت

شیخ عمر تلمسانی اپنی یادداشتوں میں الاخوان المسلمون میں شمولیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''یہ 1933ء کے اوائل کی بات ہے۔ جمعہ کا دن تھا اور میں اس وقت پھولوں کی کیاری میں بیٹھا ہوا تھا۔ فارم کے چوکیدار نے آ کر بتایا کہ دو اپ ٹو ڈیٹ قسم کے افراد مجھ سے ملنے آئے ہیں۔ میں نے اپنے اہل وعیال کو زنان خانے میں چلے جانے کا اشارہ کیا اور چوکیدار سے کہا کہ مہمانوں کو اندر لے آئے۔ دونوں نوجوان اندر آئے اور اپنا تعارف کرایا۔ ایک تو عزت محمد حسن اور دوسرے محمد عبدالعلی۔ اول الذکر ''شبین القناطر'' کے مذبح خانے میں ملازم تھے اور دوسرے صاحب ڈیلٹا ریلوے اسٹیشن پر اسٹیشن ماسٹر۔ مہمانوں کے استقبال اور مدارات میں کچھ وقت گزرا۔ چائے پی چکے تو عزت محمد حسن نے سکوت توڑتے ہوئے پوچھا: ''آپ یہاں کیا کرتے ہیں؟''

یہ سوال مجھے عجیب سا لگا اور میں نے دخل در معقولات سمجھا اور مزاح کے انداز میں جواب دیا: ''میں یہاں چوزے پالتا ہوں''۔ میرے مزاحیہ جواب سے مہمانوں کے اعصاب پر کوئی غیر معمولی اثر نہ ہوا۔ یہ جواب سن کر عزت محمد حسن نے کہا: ''آپ جیسے نوجوانوں کے لیے چوزے پالنے سے زیادہ اہم کام منتظر ہیں''۔ میں ابھی گفتگو کو سنجیدگی کے بجائے مزاح ہی کے موڈ میں سن رہا تھا۔ سو میں نے اسی انداز میں سوال جڑ دیا: ''چوزے پالنے سے زیادہ اہم کام کیا ہوسکتا ہے''۔ مہمان کا جواب سنجیدگی میں ڈوبا ہوا تھا: ''مسلمان آپ کی توجہ کے مستحق ہیں جو اپنے دین سے دور ہٹ گئے ہیں اور اس غفلت نے انہیں اتنا بے وقعت کر دیا ہے کہ ان کے اپنے وطن میں بھی اُن کا کوئی وزن اور کوئی عزت نہیں رہی اور اقوام عالم کے درمیان تو ان کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے''۔ میں نے کہا: ''میں اس معاملے میں کیا کر سکتا ہوں۔ میری بساط ہی کیا ہے''۔ ''مہمانوں نے بتایا کہ آپ اس میدان میں تنہا نہیں ہیں' بلکہ آپ جیسے نوجوانوں کی ایک تنظیم بن چکی ہے اور ایک عظیم شخص سید حسن البناء اس تنظیم کے رہنما اور مرشد عام ہیں۔

چند روز کے بعد وہ دونوں نوجوان میرے دفتر میں تشریف لائے اور مجھے بتایا کہ سید حسن البناء سے میری ملاقات کا پروگرام بن چکا ہے۔ مرشد عام قاہرہ میں شارع الیکینہ پر خیامیہ کے علاقے میں محلہ عبداللہ بک میں رہتے ہیں۔ میں ٹھیک وقت پر مرشدِ عام کے دروازے پر پہنچ گیا۔ میں نے پھر کی دار کنڈی گھمائی اور بڑا دروازہ کھل گیا۔ میں نے دستک دی اور جواب میں ایک آواز سنائی دی: ''کون؟'' میں نے کہا ''عمر تلمسانی ایڈووکیٹ''۔ وہ شخص اوپر کے کمرہ سے نیچے اترا اور میرا استقبال کیا۔ پھر بیرونی دروازے سے داخل ہوتے ہوئے جو دائیں جانب کمرہ تھا' اس کا دروازہ کھولا۔ میں میزبان کے پیچھے اس کمرے میں داخل ہوا۔ کمرے میں اندھیرا تھا' مجھے بالکل پتا نہ چلا کہ کمرے کے اندر کیا ہے۔ میری ظاہرہ پُر شکوہ ہیبت کے باوجود اس شخص کے چہرے پر کوئی بے اطمینانی یا اضطراب نہ تھا۔ میرا میزبان ہی سید حسن البناء تھا۔ عام لوگ تو مجھے دیکھ کر دعوتِ حق کے فریضے کے لئے فوراً ''ناموزوں'' قرار دے دیتے' لیکن مرشد عام نے بڑے انہاک سے میرے سامنے اپنا پیغام اور پروگرام پیش کرنا شروع کیا۔ ان کا پیغام اوّل و آخر ایک ہی تھا: شریعت کا مکمل نفاذ اور اس مقصد کے لئے عوام کی شعوری تیاری۔ عوام کے سامنے اس حقیقت کو واشگاف کر دینا کہ کوئی خیر اور بھلائی سوائے اس کے حاصل نہیں ہوسکتی کہ شریعتِ ربانی کو مکمل طور پر اپنے انفرادی اور اجتماعی امور میں نافذ کیا جائے''۔

''حسن البناء نے بڑے ہی مؤثر انداز میں اپنی دعوت پیش کی اور اس سارے کلام کو مَیں نے غور سے سنا۔ ان کی گفتگو کے دوران میں نے ایک دفعہ بھی قطع کلامی نہ کی۔ جب وہ اپنی بات پوری کر چکے تو مجھ سے پوچھا: ''کیا آپ کا اطمینان ہوگیا''۔ قبل اس کے کہ میں زبان کھولتا' فرمانے لگے ''دیکھو! ابھی جواب مت دینا۔ آپ کے پاس پورے ایک ہفتے کی مہلت ہے۔ غور وفکر کرو۔ اپنے دل کو ٹٹولو' سوچو' اپنے دل کی رائے لو۔ میں آپ کو پکنک کی اور سیر وتفریح کی دعوت نہیں دے رہا۔ جس بات کی طرف بلا رہا ہوں' وہ جان جوکھوں کا کام ہے۔ اگر آپ کا دل مطمئن ہو جائے اور اللہ آپ کو شرح صدر عطا فرمائے تو بسم اللہ۔ اگلے ہفتے بیعت کے لئے آ جاؤ۔ اور اگر آپ اس کے لئے اپنے آپ کو تیار نہ پائیں' تب بھی کوئی فکر کی بات نہیں۔ میرے لئے بس اتنا ہی کافی اور اطمینان بخش ہے کہ آپ الاخوان المسلمون کے خیرخواہ اور ہمدرد بن جائیں''۔ جس ایمان افروز ملاقات میں بیٹھنے اور جس لاثانی گفتگو سے مستفید ہونے کی سعادت مجھے ملی تھی' اس کے بعد بھلا کون بیعت کرنے میں لمحہ بھر کیلئے بھی تاخیر کرتا۔ میں چلا آیا اور حسب الحکم ایک ہفتے کے بعد مقررہ وقت پر حاضر خدمت ہوا۔ اللہ پر توکل کیا اور حسن البناء کے ہاتھوں پر بیعت کر لی۔ یہ بیعت میری زندگی کی سب سے بڑی سعادت ہے''۔

1933ء میں شیخ عمر تلمسانی نے الاخوان المسلمون میں شمولیت اختیار کی۔ تین سال بعد آپ کو سرکاری وکیل کے عہدے کی پیشکش ہوئی' جسے آپ نے مسترد کر دیا۔ اخوان میں شمولیت کے بعد بھی آپ ایک عرصے تک وکالت کرتے رہے۔ لیکن مقدمات لیتے وقت اچھی طرح چھان بین کرتے تھے۔ اگر آپ کا ضمیر مطمئن نہ ہوتا تھا تو بڑی سے بڑی رقم بھی ٹھکرا دیتے تھے۔ آپ کی کوشش یہ ہوتی تھی کہ مدعی کے بغیر مقدمہ لڑا جائے۔ چنانچہ آپ مدعی کو مقدمے کی پیچیدگیوں اور خرابیوں سے آگاہ کرتے تھے۔

حسن البناء نے کہا: میں آپ کو پکنک اور سیر وتفریح کی دعوت نہیں دے رہا' جس بات کی طرف بلا رہا ہوں' وہ جان جوکھوں کا کام ہے۔ اگر دل مطمئن ہو جائے اور اللہ تعالیٰ آپ کو شرح صدر عطا فرمائے تو بسم اللہ کیجئے

1938ء میں الاخوان المسلمون کی پانچویں سالانہ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے حسن البناء نے قومی سیاست میں اخوان کی شمولیت کا اعلان کیا تو مرشد عام کے فیصلے کے مطابق آپ نے اپنے آپ کو اخوان کے لئے وقف کر دیا' جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رہی سہی وکالت بھی ختم ہو گئی۔ 1949ء میں شیخ عمر تلمسانی وزیراعظم نقراشی پاشا کے زمانے میں پہلی بار گرفتار ہوئے۔ 1950ء میں جیل سے رہا ہوئے۔ نئے مرشد عام حسن الہضیبی کے ساتھ مل کر کام شروع کیا۔

1954ء میں جمال عبدالناصر جنرل نجیب کو اقتدار سے الگ کر کے خود صدر اور وزیراعظم بنا تو اس نے فوراً ہی اخوان پر بھی ہاتھ ڈالا۔ وجہ یہ بتائی کہ اخوان جمال عبدالناصر کو قتل کر کے حکومت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس مہم میں حکومت نے تقریباً 80 ہزار اخوان گرفتار کئے۔ ان میں شیخ عمر بھی شامل تھے۔ تقریباً سترہ برس آپ اخوانی کارکنوں کے ساتھ مختلف جیلوں میں بند رہے اور جیل کی سختیاں اور تشدد برداشت کرتے رہے۔ آپ اس وقت الاخوان المسلمون کے ''مکتب ارشاد'' کے رکن تھے۔ نام نہاد عوامی کارروائی کا ڈراما رچا کر آپ کو پندرہ برس قید بامشقت کی سزا سنائی گئی۔ پندرہ برس گزرنے کے بعد بھی آپ کو رہا نہیں کیا گیا' بلکہ جمال عبدالناصر کے انتقال (ستمبر 1970ء) کے گیارہ ماہ بعد انور السادات نے دیگر اخوانیوں کے ہمراہ آپ کو رہا کیا۔ (جاری ہے)

☆ نظام تعلیم میں بہتری کی گنجائش ہے، لیکن ہمارے سائنسدانوں نے اِسی نظام تعلیم کی بدولت ایٹم بم اور میزائل تیار کیے

☆ **تعلیمی نصاب سے مسلمان ہیروز کے ابواب نکالنے کی خبر غلط ہے**

☆ گھوسٹ سکولوں کا احساس محکمہ تعلیم کو ہوا۔ اُن کا سراغ لگانے کے لیے فوج کی مدد لی گئی

☆ آغا خان بورڈ ہمارے نصاب سے امتحان لے گا۔ اُسے نصاب ترتیب دینے کا کوئی اختیار نہیں

☆ پاکستان کے صرف 32 ہزار طلبہ O یا A لیول کے امتحان میں بیٹھتے ہیں جبکہ مساوی درجے کے امتحانات میں ہمارے طلبہ کی تعداد 14 لاکھ ہے

☆ **حکومت کو احساس ہے کہ تعلیمی سہولیات میں اضافہ ہو تاکہ سب بچوں کو تعلیم کے یکساں مواقع ملیں**

☆ ہم اپنے دوسرے مسائل کی وجہ سے تعلیم کے میدان میں پیچھے رہ گئے۔ اب اس کی طرف خصوصی توجہ دی جا رہی ہے

ندائے خلافت کے لیے

وفاقی سیکرٹری تعلیم جناب ساجد حسن کا خصوصی انٹرویو

پاکستان کا تعلیمی نظام روزِ اول سے عوامی حلقوں کی طرف سے شدید تنقید کی زد میں رہا ہے۔ موجودہ دورِ حکومت میں جب آغا خان امتحانی بورڈ کو محدود سطح پر امتحانات کی ذمہ داری سونپی گئی تو ملک کے طول و عرض میں اس پر شدید اعتراضات ہوئے طلبہ کی طرف سے وسیع پیمانے پر احتجاج ہوا۔ اس احتجاج میں دینی جماعتیں پیش پیش تھیں، کیونکہ یہ تاثر سامنے آ رہا تھا کہ پاکستان کے تعلیمی نظام میں ایسی تبدیلیاں کی جائیں گی جن سے لوگوں کو نظریۂ پاکستان سے دور کر کے مغربی تہذیب کے قریب کیا جائے گا۔ تنظیم اسلامی کے شعبہ نشر و اشاعت نے مناسب سمجھا کہ اس معاملے میں خود رائے زنی کرنے کی بجائے وفاقی حکومت کے محکمہ تعلیم سے رابطہ کیا جائے تاکہ اصل صورتِ حال سامنے آئے۔ ہم نے اس سلسلہ میں وفاقی سیکرٹری تعلیم جناب ساجد حسن سے رابطہ کیا۔ ہمیں خوشگوار حیرت ہوئی کہ ان کا رویہ عام بیوروکریٹس کی نسبت بہت مختلف بلکہ انتہائی مشفقانہ تھا۔ ہم قارئین تک ان سوالوں کے جوابات پہنچا رہے ہیں جو ایک خصوصی انٹرویو کے ذریعے سیکرٹری صاحب سے نظام تعلیم کے حوالے سے کئے گئے تھے۔ لیکن اس سے پہلے آپ کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔ آپ کی بنیادی تعلیم ایم اے اکنامکس ہے۔ بعد ازاں بینکنگ کے شعبہ سے منسلک ہو گئے۔ مینجمنٹ فنانس اور اکنامکس کے قومی اور بین الاقوامی کورسز میں حصہ لیا۔ سیکرٹریٹ کے مینجمنٹ گروپ میں شامل ہوئے اور اعلیٰ سرکاری عہدوں پر قومی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا، جس میں نیو دہلی اور اقوامِ متحدہ میں سفارتی ذمہ داریاں بھی شامل ہیں۔ بینکنگ، بجٹ، نجکاری اور تعلیمی امور میں وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔ اس وقت آپ کا شمار وفاقِ پاکستان کے سینئر بیوروکریٹس میں ہوتا ہے۔

ندائے خلافت: ملک میں اس بات پر اتفاق رائے ہے کہ انگریز نے موجودہ نظام تعلیم ہندوستان میں کلرک پیدا کرنے کے لیے بنایا تھا۔ آزادی کے بعد اس نظام کو برقرار رکھنے کی کیا وجہ ہے؟

ساجد حسن: میں اس خیال یا رائے سے متفق نہیں ہوں کہ ہمارا نظامِ تعلیم صرف کلرک ہی پیدا کرتا ہے، کیونکہ ملک کا سارا نظام اُن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے جنہوں نے اسی ملک میں ہی تعلیم حاصل کی ہے۔ ملک کے وزیر اعظم جناب شوکت عزیز صاحب بڑے فخر سے اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ انہوں نے ساری تعلیم اسی ملک میں حاصل کی ہے۔ ملک کے سارے ڈاکٹر، انجینئر، پروفیسر، سرکاری افسر، فوجی افسر، پائلٹ، جج، صنعتکار وغیرہ سب اسی نظام تعلیم کے ذریعے سے ہی سب کچھ بنے ہیں، بلکہ ہمارے لوگ باہر کے ممالک میں جا کر کارہائے نمایاں انجام دے چکے ہیں اور دے رہے ہیں۔ اگر ہمارا نظامِ تعلیم صرف کلرک ہی پیدا کر رہا ہوتا تو یہ کیسے ممکن تھا کہ پاکستان کے سائنسدان ساری دنیا کی مخالفت کے باوجود ایٹم بم اور میزائل بنانے میں کامیاب ہو گئے؟ یہ بات کہہ کر میں یہ نہیں کہہ رہا کہ یہ بہترین نظام تعلیم ہے اور اس میں بہتری کی گنجائش نہیں ہے۔ یقیناً ہے اور اس کے لئے ہم کوشاں ہیں۔ دنیا میں ہر جگہ لوگ اور حکومتیں ہر دم اپنے نظام تعلیم کو بہتر بنانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ برطانیہ میں ابھی کچھ ہی عرصہ پہلے نظام تعلیم میں بہت سی تبدیلیاں عمل میں لائی گئی ہیں۔ ہم بھی مختلف اقدامات کر رہے ہیں۔ جن سے اپنے نظام تعلیم کی کمزوریوں کو دور کر کے اس کو ملک کے لیے زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

ندائے خلافت: 1956ء کے دستور سے لے کر آج تک قرارداد مقاصد (Objective Resolution) دستور کا حصہ رہی ہے۔ جس کے ذریعے پاکستان کی سمت اور منزل کا تعین واضح الفاظ میں ہوتا ہے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ ہمارا مرکزی محکمہ تعلیم آج تک پاکستان کے نظام تعلیم کو اس کے ساتھ ہم آہنگ نہ کر سکا اور ملک میں تین طرح کے نظام ہائے تعلیم رائج رہے۔ ہماری مرکزی وزارتِ تعلیم اس کوتاہی کی کس حد تک ذمہ دار ہے؟

ساجد حسن: میں نے قراردادِ مقاصد پڑھی ہے۔ اس میں "تعلیم" یا "نظام تعلیم" کا ایک بھی لفظ استعمال نہیں ہوا۔ البتہ وزارتِ تعلیم کی پوری کوشش رہی ہے کہ ملک کا نصاب تعلیم بچوں کو پاکستان کے وجود میں آنے اور اُس کی منزلِ مقصود کے بارے میں پوری طرح آگاہ رکھ سکے۔ مطالعہ پاکستان کا مضمون بارھویں جماعت تک اب تقریباً ہر جماعت میں پڑھایا جاتا ہے۔ اسلامیات کا مضمون اب نہ صرف سکولوں میں بلکہ پروفیشنل سکولوں اور کالجوں میں بھی پڑھایا جاتا ہے۔ عربی کا مضمون بھی لازمی طور پر چھٹی سے لے کر آٹھویں تک پڑھایا جاتا ہے۔ اس طرح سے بچے پاکستان اور اپنے مذہب کے بارے میں کماحقہ

معلومات حاصل کرتے ہیں اور وہ اچھے مسلمان اور اچھے پاکستانی بن سکتے ہیں۔

رہ گیا مسئلہ تین طرح کے نظامہائے تعلیم کا، تو میں پوری طرح سے متفق ہوں اور چاہوں گا کہ ملک کے اندر ایک ہی نظام تعلیم ہو کیونکہ اس طرح سے طبقاتی نظام جنم لیتا ہے جو کہ ملک کی وحدت اور سلامتی کے لیے سخت مضر ہے۔ یہ جاننے کے لیے ہمیں ان وجوہات میں جانا پڑے گا جن کی وجہ سے یہ نظام چل رہے ہیں۔ وہ کئی ہیں۔ میں ان میں جائے بغیر یہ کہنا چاہوں گا کہ حکومت کو اس معاملہ کا بخوبی احساس ہے اور اس کے لئے ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہم اپنے سکولوں اور کالجوں کی حالت کو بہتر بنائیں۔ مدرسوں میں دنیاوی مضامین یعنی سائنس، انگریزی اور حساب کی تعلیم رائج کی جائے تاکہ ان مدرسوں کے فارغ التحصیل طلبہ بھی روزمرہ زندگی میں اپنا کردار اچھے طریقے سے ادا کر سکیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی ہم تعلیم کا بجٹ دوگنا کرنے والے ہیں۔ اس طرح سے ہمارے سکولوں اور کالجوں کی حالت بہتر ہو جائے گی۔ امتحانی نظام کو بہتر بنانے کے لئے بھی ہم نے ایک پراجیکٹ تیار کیا ہے۔ اُس کے ذریعے ہم اپنے امتحانی نظام کی جانچ کر رہے ہیں کہ اس میں کیا کیا خامیاں ہیں اور ان کو ہم کیسے دور کر سکتے ہیں۔ جب ہمارا امتحانی نظام دنیا کے دوسرے ممالک کے امتحانی نظام کے ہم پلہ ہو جائے گا تو پھر ملک کے اندر ایک ہی نظام تعلیم رائج ہو جائے گا۔

ندائے خلافت: آغا خان امتحانی بورڈ کا ہمارے نظام تعلیم میں کیا رول ہے؟ طلبہ کے شدید احتجاج کے باوجود آغا خان بورڈ کو ختم کیوں نہیں کیا گیا؟

ساجد حسن: آغا خان امتحانی بورڈ ایک امتحانی بورڈ ہے جس کو حکومت نے باقاعدہ طور پر قانون پاس کر کے قائم کیا ہے۔ یہ بورڈ حکومت کے منظور کردہ نصاب سے امتحان لے گا اور صرف اُن پرائیویٹ سکولوں کے طلبہ جو کہ اس بورڈ سے الحاق کریں گے اس کے منعقد کردہ امتحانات میں شریک ہو سکیں گے۔ یہ بورڈ امتحانات کے نظام میں اگر کوئی جدت پیدا کرے گا تو اُس سے ہمارے سرکاری بورڈ بھی مستفید ہو سکیں گے۔ طلبہ کو اس بورڈ کے اغراض و مقاصد کے بارے میں اچھے طریقے سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ اس لیے احتجاج جو کہ کسی غلط فہمی پر مبنی تھا اب تقریباً ختم ہو گیا ہے۔

ندائے خلافت: کیا یہ درست ہے کہ آغا خان امتحانی بورڈ کو امریکہ سے بہت بڑی گرانٹ ملی ہے تاکہ اصلاحات کے نام پر پاکستانی نظام تعلیم کو امریکی خواہشات کے مطابق ڈھالا جاسکے؟

ساجد حسن: یہ صحیح ہے کہ آغا خان بورڈ کو امریکہ سے گرانٹ ملی ہے البتہ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ بورڈ صرف امتحان لے گا۔ اس کو نصاب وغیرہ ترتیب دینے کا اختیار نہیں ہے۔ نصاب صرف حکومت ہی مقرر کرے گی اور بورڈ اُسی سے ہی امتحان لے گا۔ اس لیے بورڈ چاہے بھی تو اس نظام کو تبدیل نہیں کر سکے گا۔

ندائے خلافت: امریکہ جو اس وقت مسلم دشمنی میں سرفہرست ہے، آخر کس مفاد کی بنیاد پر آغا خان فاؤنڈیشن کو اتنی کثیر امداد دے رہا ہے؟

ساجد حسن: امریکہ مسلم دشمنی میں سرفہرست نہیں ہے۔ ابھی زلزلہ کے متاثرین کے لئے امریکہ نے ہماری جو مدد کی ہے وہ ہم سب کے سامنے ہے۔ امریکہ ہمارے نظام تعلیم کو بہتر بنانے کے لئے ہمیں امداد دے رہا ہے۔ دس کروڑ ڈالر کی امداد صوبہ سندھ اور صوبہ بلوچستان میں سکولوں وغیرہ کے حالات و معاملات کو بہتر بنانے کے لئے خرچ ہو رہی ہے۔ اس امداد میں اضافہ بھی متوقع ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ امریکہ آغا فاؤنڈیشن کو کتنی امداد دے رہا ہے اور کیوں دے رہا ہے؟

ندائے خلافت: کہیں آغا خان تعلیمی بورڈ کا معاملہ بدو کے اونٹ کی طرح خیمے پر قبضے والا تو نہیں کہ بعد ازاں پاکستان کا تعلیمی نظام مکمل طور پر اس کے کنٹرول میں آجائے۔

ساجد حسن: آغا خان بورڈ کی استعداد محدود ہے۔ اس کا زیادہ سے زیادہ پروگرام 70 ہزار بچوں تک کا امتحان لینے کا ہے۔ اس وقت ہمارے چودہ لاکھ سے زیادہ بچے میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کا امتحان دیتے ہیں۔ تو آغا خان بورڈ جو زیادہ سے زیادہ 70 ہزار بچوں کا امتحان لے سکے گا' وہ لاکھوں لوگوں کو کیسے اپنے قبضے میں لے لے گا۔

ندائے خلافت: موجودہ حکومت نے پرانے نصاب میں سے جہاد سے متعلقہ بہت سی قرآنی آیات حذف کی ہیں۔ کیا مغرب کی ہدایت پر ایسا ہو رہا ہے؟

ساجد حسن: یہ بالکل غلط خیال ہے کہ جہاد کی آیات کو نصاب میں سے نکال دیا گیا ہے۔ وہ اپنی جگہ پر موجود ہیں۔ صرف یہ سوچا گیا تھا کہ سورۃ ''توبہ'' ایک لمبی سورۃ ہے اور اس وقت نویں جماعت میں پڑھائی جاتی ہے۔ اُس کو گیارہویں جماعت میں منتقل کر دیا جائے۔ اب وہ بھی نہیں کیا گیا اور سورۃ اپنی جگہ پر ہی موجود ہے۔

ندائے خلافت: تاریخ کے نصاب سے تحریک پاکستان اور نظریہ پاکستان سے متعلق مواد اور مسلمان ہیروز کے ابواب نکالنے کی خبر کہاں تک درست ہے؟

ساجد حسن: یہ خبر بالکل غلط ہے۔ کوئی مواد مسلمان ہیروز کا' نصاب سے نہیں نکالا گیا۔ تاریخ کے مضمون کو پہلے چھٹی ساتویں اور آٹھویں کے نصاب میں سے نکال دیا گیا تھا اس کو واپس نصاب میں شامل کیا گیا ہے تاکہ بچوں کو برصغیر کی تاریخ سے مکمل طور پر واقفیت حاصل ہو سکے۔

ندائے خلافت: اہل پاکستان دنیا بھر میں سب سے زیادہ ''او'' لیول اور ''اے'' لیول کی فیس انگلینڈ کو ادا کرتا ہے جبکہ بھارت اس حوالے سے سرے سے کوئی فیس نہیں بھجواتا۔ کیا اس سے قومی زرمبادلہ کا ضیاع نہیں ہوتا۔ علاوہ ازیں یہ اپنے نظام تعلیم پر عدم اعتماد نہیں ہے؟

ساجد حسن: بھارت نے 1967ء میں فیصلہ کر کے ''اے'' اور ''او'' لیول کو ملک میں بند کر دیا تھا۔ پھر انہوں نے اپنے نظام تعلیم کو بہتر بنانے کی طرف توجہ دی۔ ہم اپنے مسائل کی وجہ سے اس طرف اتنی توجہ نہیں دے پائے اور تعلیم کے میدان میں پیچھے رہ گئے۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو ''اے'' اور ''او'' لیول امتحانات کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ لیکن اب جب کہ ہم اپنے نصاب کو بہتر بنا رہے ہیں' اپنے امتحانی نظام کو ٹھیک کر رہے ہیں اور اپنے تعلیمی اداروں اور اساتذہ کے حالات میں بہتری لا رہے ہیں تو ہمارے لوگوں کا انحصار ان غیر ملکی امتحانی نظاموں پر کم ہوتا جائے گا۔ میں آپ کو بتا دوں کہ اس وقت پاکستان سے 32 ہزار طلبہ ان امتحانات میں بیٹھتے ہیں جب کہ ہمارے اپنے طلبہ کی تعداد ان کے برابر کے امتحانات میں تقریباً 14 لاکھ ہے۔ آغا خان بورڈ کے آنے سے بھی ان امتحانات میں بیٹھنے والوں کی تعداد میں فرق پڑے گا اور زرمبادلہ میں بھی بچت ہوگی۔

ندائے خلافت: پاکستان کی تعلیمی پالیسی میں کبھی تسلسل نہیں رہا۔ کبھی نویں' دسویں' گیارہویں' بارہویں کے امتحانات اکٹھے اور کبھی الگ الگ لئے جاتے ہیں۔ کبھی انٹری ٹیسٹ لازمی ہوتا ہے اور اب اسے ختم کیا جا رہا ہے۔ کیا اس سے طلبہ کا تعلیمی حرج نہیں واقع ہوتا؟

ساجد حسن: بالکل حرج ہوتا ہے۔ لیکن پہلے فیصلے شاید سب متعلقہ لوگوں سے مشورہ کئے بغیر کئے جاتے تھے۔ مگر اب سب لوگوں کے ساتھ مشورہ کر کے کئے جاتے ہیں۔ اس لئے امید ہے کہ آج کل کئے جانے والے فیصلہ دیرپا ہوں گے اور تمام پالیسیوں میں تسلسل دیکھنے میں آئے گا۔

ندائے خلافت: ساری دنیا میں یہ اصول تسلیم کیا جاتا ہے کہ بچوں کو سیکنڈری لیول کی تعلیم دلوانا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ کیا وجہ ہے کہ حکومت اس ذمہ داری کو ادنیٰ درجے میں بھی ادا نہیں کر رہی۔ بلکہ تعلیم کو پرائیویٹ کر کے تعلیم کے نام پر کمرشل ازم کو فروغ دیا جا رہا ہے' جس کے نتیجے میں ملک کی 35 فیصد سے زائد آبادی اپنے بچوں کو تعلیم دلوانے سے محروم رہ جاتی ہے۔ اس قومی جرم کا ذمہ دار کون ہے؟

ساجد حسن: ملک کی آبادی بہت زیادہ ہے اور ماضی میں اس میں اضافہ بھی بہت تیزی سے ہوتا رہا ہے۔ مگر تعلیمی سہولیات میں اضافہ اس تیزی سے نہیں ہو سکا۔ اب جبکہ حکومت اس معاملہ کی طرف بھرپور توجہ دے رہی ہے تو امید ہے چند سالوں میں سب لوگوں کو تعلیم حاصل

کرنے کے مناسب مواقع ملنے لگیں گے۔حکومت تعلیم کو نجی تحویل میں نہیں دے رہی ۔ یہ کام اتنا بڑا ہے کہ اکیلے حکومت سے ہو نہیں سکتا۔ اس لیے نجی اداروں کو بھی کام کرنے کی اجازت ہے۔اور یہ اجازت آج کل نہیں دی گئی بلکہ بھٹو صاحب کی ''قومیانے'' کی پالیسی کے چند سال چھوڑ کر ہمیشہ سے دی جاتی رہی ہے۔

ندائے خلافت : کیا کالج اور یونیورسٹی کے لیول پر Self Financing سکیم' تعلیم کو امراء تک محدود کرنے اور غریب طبقات کی محرومی میں اضافے کے لیے رائج کی گئی ہے؟ کیا اس ذریعے سے ملک میں تعلیم کو فروغ مل سکتا ہے؟

ساجد حسن: Self Financing کی تعلیم کو رائج کیا گیا تھا کیونکہ اعلیٰ تعلیمی اداروں میں وسائل کی کمی تھی۔ سوچا گیا ایسے طلبہ جو کہ اپنی تعلیم کے اخراجات خود برداشت کر سکتے ہوں اُن کو اِن اداروں میں داخلہ دے دیا جائے۔اس طرح اُن طلباء سے حاصل ہونے والی رقم سے یونیورسٹیوں اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں جو سہولیات کی کمی تھی اس کو بھی کسی حد تک پورا کرنے میں مدد ملی۔ اور پاکستان کے مزید بچے جو کہ تعلیمی اداروں میں سہولیات کی کمی کی وجہ سے تعلیم حاصل نہ کر پائے تعلیم حاصل کرنے میں کامیاب رہے۔ اس طرح سے ملک فائدے میں ہی رہا۔ البتہ حکومت کو احساس ہے کہ تعلیمی سہولیات میں اضافہ ہونا چاہیے تاکہ سب بچوں کو تعلیم کے مواقع حاصل ہو سکیں۔ اِس کے لیے ہم حتیٰ المقدور کوشش کر رہے ہیں اُس کا بیان میں اُوپر کر چکا ہوں۔

ندائے خلافت: وفاقی نصاب کے فرسٹ ایئر کی ایک کتاب میں امریکی صدر بش کا قصیدہ کن مقاصد کے تحت شامل کیا گیا ہے؟

ساجد حسن: یہ محض ایک اتفاق ہے کہ ہر شعر کا پہلا لفظ لے کر جارج بش بن گیا۔ ورنہ نظم میں جو خصوصیات بیان کی گئی ہیں وہ کسی بھی اعلیٰ درجے کے لیڈر میں ہونی چاہئیں تاہم چونکہ نظم گمنام شاعر نے لکھی تھی اس لئے فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس نظم کو کتاب میں سے نکال دیا جائے اور آئندہ بھی صرف وہی نظمیں کتابوں میں لکھی جائیں گی جن کے شعراء کے نام معلوم ہوں گے۔

ندائے خلافت: حالیہ بین الصوبائی کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ صوبوں میں تعلیمی بورڈز کی تعداد کم کر کے ہر صوبے میں ماسٹر بورڈ بنایا جائے۔ کیا یہ فیصلہ طلبہ اور انتظامیہ کے درمیان رابطے میں مشکلات کا باعث نہیں بنے گا؟

ساجد حسن: اس وقت ہر بورڈ خود پرچے تیار کرواتا ہے اور اپنے مقرر کردہ ممتحن حضرات سے پرچوں کی جانچ کرواتا ہے۔اس طرح سے سارے ملک میں ایک ہی جیسا معیارِ تعلیم مقرر کرنے میں دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔تاہم فی الحال تعلیمی بورڈوں کی تعداد کم نہیں کی جا رہی ہے بلکہ ہم اس کے بارے میں فی الحال مزید سوچ بچار کر رہے ہیں کہ ہر ایک صوبے میں ایک ہی بورڈ پرچے بنوائے اور امتحانی پرچوں کی جانچ کروائے۔ بقایا سارے بورڈ اپنے اپنے علاقے میں امتحانات منعقد کرنے کے انتظامات کریں۔لیکن اس سلسلے میں ابھی کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا گیا۔

ندائے خلافت: پاکستان میں ایک عرصہ سے گھوسٹ سکول موجود تھے لیکن ان کا سراغ آرمی نے لگایا۔ ان سکولوں کی سرپرستی کون کر رہا تھا؟ محکمہ تعلیم خود ان سکولوں کی نشاندہی کیوں نہ کر سکا؟

ساجد حسن: اِن سکولوں کی موجودگی کا احساس محکمہ تعلیم ہی کو ہوا تھا اور ان کی موجودگی کا سراغ لگانے کے لئے فوج کی مدد حاصل کی گئی۔ ظاہر ہے کہ محکمہ تعلیم کے نا اہل افراد اس خرابی کے ذمہ دار تھے۔اور اب اس سارے نظام کو کمپیوٹرائز کیا جا رہا ہے۔اس لئے امید ہے کہ اس برائی کا تدارک جلد ہو سکے گا۔

بقیہ: منبر و محراب

کو بھروسہ کرنا چاہئے''۔

ابو جہل اپنے دور کا فرعون تھا' جو انفرادی حیثیت میں رسول اللہ ﷺ کو دھمکیاں دیتا تھا' آج بھی کوئی اسلام دشمن فرد رعونت کا مظاہرہ کرے یا کوئی قوم فرعونیت پر آتر آئے' مسلمانوں کے لیے قرآن کا پیغام یہ ہے کہ وہ محض اللہ تعالیٰ پر توکل کریں۔ مادی اسباب کی اہمیت بجا سہی مگر مومن کا سب سے موثر ہتھیار اللہ پر توکل ہے۔ کائنات کی عظیم ترین قوت اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔تمام معاملات کا انجام اُسی کے اختیار میں ہے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ معاملات و واقعات کی مادی تعبیر کرتے ہیں تو بالعموم ہماری نگاہیں زمینی ''حقائق'' پر اٹک جاتی ہیں' آسمان والے کی طرف نگاہ نہیں جاتی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر وقت کی سپر پاور بھی ہمارے خلاف پابندیاں لگائے لیکن اگر ہمارا اللہ پر توکل ہو' وہ ہم سے راضی ہو تو کوئی بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ ❁

بقیہ: یادوں کی تسبیح

شائع ہوا تھا جس کے سرورق پر بھی نعیم صدیقی صاحب کی ایک نظم ''نیا انتخاب آ رہا ہے رفیقو!'' کے زیرِ عنوان شائع ہوئی تھی۔ نظم کا پہلا مصرعہ تھا کہ ؏ نیا انتخاب آ رہا ہے رفیقو' قدامت کی دیوار پوری گرا دو۔ شاعرِ تحریک کا انتخابات سے قبل یہ جوش اور ولولہ جبکہ انتخابات کے بعد ایسا مایوسی کا غلبہ......!! ہائے! ؏ میں کیسے اعتبارِ انقلابِ آسماں کر لوں!

(جاری ہے)

دعائے مغفرت

☆ رفیق تنظیم اسلامی صادق آباد جناب عبداللہ نجیب کی والدہ محترمہ وفات پا گئی ہیں۔

☆ جناب محمد زبیر کی والدہ صاحبہ رحلت فرما گئی ہیں۔

☆ رفیق تنظیم اسلامی' سندھ جنوبی جناب عبدالقادر انصاری کے والد رحلت فرما گئے ہیں۔

☆ رفیق تنظیم ٹوبہ ٹیک سنگھ پروفیسر محمد ارشد چودھری دل کا دورہ پڑنے سے انتقال فرما گئے ہیں۔

☆ رفیق تنظیم اسلامی لاہور شرقی چودھری محمد شفیق کی والدہ ماجدہ وفات پا گئی ہیں۔

قارئین سے مرحومین کے لیے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

شعبہ سمع و بصر کی خصوصی پیشکش

بیانُ القرآن DVD VIDEO

قرآن مجید کا ترجمہ اور مختصر تفسیر

مفسر ڈاکٹر اسرار احمد

صدر مؤسس انجمن خدام القرآن لاہور بانی تنظیم اسلامی

اب 14DVDs میں دستیاب ہے

بہترین آڈیو اور ویڈیو کوالٹی

مکتبہ خدام القرآن لاہور

قرآن اکیڈمی' 36-K ماڈل ٹاؤن' لاہور فون: 3-5869501 فیکس: 5834000

www.tanzeem.org maktaba@tanzeem.org

یادوں کی تسبیح

مری صُراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں
میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

قاضی عبدالقادر

اس الیکشن میں جماعت اسلامی کے خلاف برسراقتدار جماعت کی طرف سے بہت گند اچھالا گیا۔ جھوٹے اور شرمناک الزامات لگائے گئے۔ جواب میں جماعت نے ایک پوسٹر نکالا جس کا عنوان مجھے یاد ہے یہ تھا ''ہم کسی پر کیچڑ نہیں اچھالتے'' اور ساتھ ہی الزامات کے مختصر جوابات تھے۔ خاکسار تحریک کے سربراہ علامہ مشرقی ہوا کرتے تھے۔ خاکسار تحریک تو عرصہ ہوا اپنی موت مرگئی مگر انہوں نے پاکستان میں ''اسلام لیگ'' کے نام سے جماعت بنائی' جس کے وہ سربراہ تھے۔ اس جماعت نے بھی پنجاب کے صوبائی انتخابات میں حصہ لیا۔ ان کے وعدے کس طرح کے ہوتے تھے' ایک پوسٹر یاد ہے جس کا عنوان کچھ یوں تھا کہ ''اسلام لیگ کی حکومت ہوگی تو گیہوں...... روپے کا من بھر''۔ روپے مجھے یاد نہیں' ظاہر ہے بہت کم یعنی نہ ہونے کے برابر ہی ہوں گے۔ مسلم لیگ کے بھی کئی ٹکڑے ہو چکے تھے۔ ع ایک دل کے ٹکڑے ہزار ہوئے' کوئی یہاں گرا کوئی وہاں گرا۔ قائداعظم کی جیب میں جو ''کھوٹے سکے'' تھے' وہ رفتہ رفتہ الگ ہو رہے تھے۔ میاں افتخار الدین نے مسلم لیگ سے الگ ہو کر ''آزاد پاکستان پارٹی'' بنائی۔ یہ پارٹی اشتراکی کوچہ گردوں کی پناہ گاہ تھی۔ انگریزی روزنامہ ''پاکستان ٹائمز'' اور اردو روزنامہ ''امروز'' پروگریسیو پیپرز لمیٹڈ شائع کرتا تھا۔ یہ ادارہ میاں افتخار الدین کا تھا۔ بائیں بازو کے تمام لوگ (Leftists) خصوصاً اشتراکی اس ادارہ کی چھتری تلے جمع ہو چکے تھے۔ ''آزاد پاکستان پارٹی'' نے بھی انتخابات میں حصہ لیا۔ سردار شوکت حیات بھی ان کے ساتھ تھے۔

مسلم لیگ میں ممدوٹ دولتانہ کشمکش چل رہی تھی۔ دولتانہ کے سازشی کردار کے باعث افتخار حسین ممدوٹ (جو پرانے مخلص مسلم لیگی تھے) کو مسلم لیگ سے نکلنا پڑا اور انہوں نے ''جناح مسلم لیگ'' بنائی۔ اس نے بھی الیکشن میں حصہ لیا۔ مشرقی پاکستان میں معروف مسلم لیگی رہنما حسین شہید سہروردی صاحب نے عوامی لیگ کی داغ بیل ڈالی۔ انہوں نے مغربی پاکستان میں کام کرنے کے لیے ممدوٹ صاحب سے گٹھ جوڑ کیا۔ دونوں جماعتوں کا ادغام ہو کر ''جناح عوامی مسلم لیگ'' قائم ہوئی۔ بعد میں اس میں سے ''جناح'' اور ''مسلم'' کے الفاظ حذف کر کے سہروردی صاحب نے اسے عوامی لیگ کا نام دے دیا۔ نوابزادہ نصر اللہ صاحب مغربی پاکستان میں اس کے کرتا دھرتا قرار پائے۔

پنجاب کی صوبائی اسمبلی کے الیکشن پاکستان میں پہلے الیکشن تھے' جن کا آغاز بھرپور طریقہ پر ''دھن' دھونس اور دھاندلی'' سے ہوا۔ پاکستان کے پہلے وزیراعظم نوابزادہ لیاقت علی خان کو اس کی پوری طرح آشیر باد حاصل تھی۔ پاکستان کے پہلے ہی انتخابات میں کھل کر حکومت کی طرف سے دھن' دھونس اور دھاندلی کا جو آغاز ہوا تو وہ ''شاندار روایت'' آج تک پوری آن بان سے چلی آ رہی ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

انتخابات میں جب حکومتی پارٹی کی طرف سے اس قدر ''دھن' دھونس اور دھاندلی'' کا راج ہو اور اس کی ڈوری مرکز سے ہلائی جا رہی ہو تو جماعت اسلامی جیسی شریف پارٹی کو کہاں کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پورے صوبہ میں ''آنسو پونچھنے کے لیے'' صرف ایک سیٹ پر کامیابی نصیب ہوئی اور وہ تھے پتوکی کے علاقہ سے مولانا معین الدین قصوری صاحب۔ یہ کامیابی یوں بھی ہوئی کہ اس علاقہ میں ان کی برادری اور خصوصاً اہلحدیث حضرات کے بہت اثرات تھے۔ جماعت اسلامی کو یہ ایک نمائندہ کی کامیابی بھی بعد میں بہت کام آئی۔ کافی عرصہ بعد مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان Parity کا اصول طے ہوا۔ اس کے لیے مغربی پاکستان کے چاروں صوبوں کو ملا کر ون یونٹ بنانا تھا۔ ون یونٹ کی اسمبلی کا انتخاب بھی چاروں صوبوں کی اسمبلیوں سے ہوا۔ نیک' شریف اور دین پسند میاں عبدالباری پنجاب اسمبلی کے رکن تھے۔ انہیں ون یونٹ کی اسمبلی کے انتخاب میں کامیاب ہونے کے لیے صرف ایک ووٹ کی کمی پڑ رہی تھی۔ جماعت کے صالح نمائندہ کا یہ ووٹ ان کے کام آ گیا اور وہ منتخب ہو گئے۔

جماعت اسلامی کو بظاہر شدید ناکامی ہوئی لیکن فائدہ یہ ہوا کہ صوبہ کے طول وعرض میں دعوتی کام کرنے کا ایک وسیع میدان مل گیا۔ شہر شہر' قصبہ قصبہ' قریہ قریہ جماعت کی دعوت پہنچی۔ اس کے علاوہ کارکنوں کی بڑی تربیت ہوئی۔ اپنے نمائندے کامیاب کرانے کے لیے ایک رپورٹ بھی ایسی نہیں ملی کہ کوئی ناجائز طریقہ یا ہتھکنڈہ استعمال کیا گیا ہو۔

جماعت اسلامی کے کارکنوں میں ان انتخابات کے بعد طبعی طور پر کچھ مایوسی اور بددلی کے اثرات ضرور تھے۔ خود نعیم صدیقی صاحب جیسا شخص اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ انہوں نے انتخابات کے فوراً بعد ایک ''مایوسی سے بھرپور دردناک'' نظم لکھی تھی جو ہفت روزہ ''جہان نو'' کے ٹائٹل پر ''ہم نے چاہا تھا مگر......'' کے زیر عنوان شائع ہوئی۔ افسوس اس نظم کا کوئی بند بلکہ کوئی شعر تک مجھے یاد نہیں' مگر اس کے شروع میں حضرت مسیحؑ کا ایک قول نقل کیا گیا تھا جو کچھ اس طرح تھا:

''اے یروشلم! اے یروشلم! تو جو نبیوں کو قتل کرتا اور جو تیری طرف بھیجے گئے انہیں سنگسار کرتا ہے' کتنی بار میں نے چاہا کہ تیرے بچوں کو اس طرح چھپالوں جس طرح مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے چھپالیتی ہے۔ مگر تُو نے نہ چاہا...... دیکھو! تمہارا گھر تمہارے لیے ویران کیا جاتا ہے......!!''

نظم کی ابتداء میں حضرت مسیح علیہ السلام کے اس قول کو نقل کرنے سے آپ اندازہ لگالیں کہ وہ نظم کیسی مایوسی سے بھرپور ہوگی اور نعیم صدیقی جیسا شخص بھی کتنے ذہنی دباؤ کا شکار ہوگا۔

انتخابات سے قبل روزنامہ ''تسنیم'' کا انتخابات نمبر

(باقی صفحہ 12 پر)

حضرت عیسیٰؑ کا قول ہے: اے یروشلم! اے یروشلم تو جو نبیوں کو قتل کرتا اور جو تیری طرف بھیجے گئے ہیں انہیں سنگسار کرتا ہے' کتنی بار میں نے چاہا کہ تیرے مکینوں کو اس طرح چھپالوں جیسے مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے چھپالیتی ہے مگر تو نے نہ چاہا...... دیکھو' تمہارا گھر تمہارے لیے برباد کیا جاتا ہے

حج کی فضیلت

چودھری محمد اسلم سلیمی

حج اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ حج زندگی میں ایک ہی بار ہر اس مسلمان پر فرض ہے جو مکہ معظمہ جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔ عام طور پر زندگی میں ایک ہی بار لوگوں کو اس سعادت سے بہرہ مند ہونے کا موقع ملتا ہے۔ اگرچہ بعض حضرات بار بار حج کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ انسان کی تربیت اور تزکیہ کے نکتہ نظر سے حج ایک جامع عبادت ہے۔ حج کے تمام مناسک ارکان اور دوسرے اعمال مخصوص نوعیت کے ہیں اس لیے انتہائی ضروری ہے کہ جو شخص بھی حج کا ارادہ کرے وہ بہت پہلے سے اپنے ذہن کو پوری طرح تیار کرے حج کے مناسک اور فرائض کا علم حاصل کرے اعمال حج کی حقیقت فلسفے اور حکمت کو سمجھنے کی کوشش کرے حج کے آداب و شرائط سے واقفیت حاصل کرے اور وہ تمام مسنون دعائیں بھی یاد کرے جو اس اہم عبادت کے دوران مختلف مقامات پر اور مختلف اوقات میں مانگی جاتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ جاننے کی کوشش بھی کرے کہ وہ ان دعاؤں میں رب کعبہ سے کیا عہد و پیمان کرتا ہے۔ کن آرزوؤں تمناؤں کا اظہار کرتا ہے اور ان کے مطابق اپنی عملی زندگی کو ڈھالنے کی برابر کوشش کرتا رہے۔ میرے نزدیک اس اہتمام اور تیاری کے ساتھ جو حج کیا جائے اس کے بارے میں توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ واقعی "حج مبرور" ہوگا جس کے بارے میں حضور نبی اکرم ﷺ نے بشارت دی کہ اس کا صلہ جنت کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

جب انسان ایسے پاک ارادے لیے سفر کے لیے تیار ہو جاتا ہے تو اس کی طبیعت کا حال کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ جس دل میں خدا کی محبت کا شوق بھڑک اٹھا ہو اور جس کی لو ادھر لگ گئی ہو اس میں پھر نیک ہی نیک خیال آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ وہ گناہوں سے توبہ کرتا ہے۔ برائی سے اس کے دل کو نفرت ہونے لگتی ہے اور قدرتی طور پر بھلائی کی طرف سے رغبت بڑھ جاتی ہے۔ اس کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ کسی کو اس سے اذیت نہ پہنچے اور جس کی جتنی خدمت یا مدد ہو سکے کرے۔ بدکلامی بیہودگی بے حیائی یا بد دیانتی کرنے سے خود اس کی اپنی طبیعت اندر سے رکتی ہے کیونکہ وہ خدا کے راستے میں جا رہا ہے۔ اس کا تو یہ سفر پورا کا پورا عبادت ہے۔ اس عبادت کی حالت میں ظلم اور فسق و فجور کا کیا کام؟

پھر حج کے سفر میں مکہ معظمہ کی حدود میں داخل ہونے سے پہلے ایک خاص مقام جسے "میقات" کہتے ہیں پر پہنچ کر "احرام" باندھنا پڑتا ہے۔ یہ احرام ایک فقیرانہ لباس ہے جس میں ایک تہہ بند اور ایک ان سلی چادر ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے دربار میں فقیر بن جاؤ۔ ظاہری طور پر بھی اور دل کے بھی فقیر بننے کی کوشش کرو۔ ہر قسم کی زینت سے پرہیز کرو اور ایسی حرکات و سکنات اور باتوں سے بھی پرہیز کرو جو کسی مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ جائز تعلق کا شوق یا اس کی یاد دلانے والی ہوں۔ احرام کی حالت میں شکار نہیں کر سکتے اس طرح آدمی کے اندر مسکینی اور امن پسندی کے جذبات پیدا ہوں گے کبر و غرور ختم ہوگا اور خدا پرستی کی مکمل کیفیت طاری ہوگی۔

احرام باندھنے کے ساتھ حاجی کی زبان سے کلمات نکلتے ہیں ((لبیك اللهم لبیك، لبیك لا شریك لك لبیك، ان الحمد والنعمة لك والملك لا شریك لك)) یعنی "میں حاضر ہوں، میرے اللہ میں حاضر ہوں۔ تیرا کوئی شریک نہیں، میں صرف تیری طلبی پر حاضر ہوں۔ حمد تیرے لئے ہے نعمت تیری ہے ملک تیرا ہے کسی چیز میں تیرا کوئی شریک نہیں"۔ لبیک کی ہر صدا کے ساتھ حاجی کا تعلق سچی اور خالص خدا پرستی کی اس تحریک کے ساتھ جڑ جاتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے وقت سے چلی آ رہی ہے۔ یہ بار بار کی صدا احرام کے فقیرانہ لباس سفر کی اس حالت اور منزل بہ منزل کعبہ سے قریب تر ہوتے جانے کی اس کیفیت کے ساتھ مل کر کچھ ایسا سماں باندھ دیتی ہے کہ حاجی عشق الٰہی میں از خود گرفتہ ہو جاتا ہے۔ اس کے دل کی یہ حالت ہوتی ہے کہ بس مالک حقیقی کی یاد اس میں بس جاتی ہے۔

اس شان سے حاجی مکہ معظمہ پہنچتا ہے اور جاتے ہی سیدھا اس آستانے کی طرف رخ کرتا ہے جس کی طرف اسے بلایا گیا تھا اور جس کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھتا رہا ہے۔ پھر اپنے عقیدے ایمان اور دین و مذہب کے اس مرکز کے گرد دیوانہ وار چکر لگاتا ہے۔ اپنا ہر چکر آستانہ بوسی سے شروع کرتا ہے اور وہیں پر ختم کرتا ہے اس کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعتیں سلامی کی پڑھتا ہے پھر وہاں سے نکل کر زمزم سے سیراب ہو کر کوہ صفا پر چڑھتا ہے اور صفا سے مروہ پہاڑی کے درمیان دوڑتا ہے۔ گویا اپنی حالت سے اس بات کا ثبوت پیش کرتا ہے کہ یونہی اپنے مالک حقیقی کی خدمت میں اور یونہی اس کی خوشنودی کی طلب میں ہمیشہ سعی کرتا رہے گا۔

اس پورے عمل سے آدمی کے دل و دماغ پر بہت زبردست اثرات پڑتے ہیں اور وہ قربانی کا خوگر بن جاتا ہے۔ وقت کی قربانی مال کی قربانی آرام و آسائش کی قربانی اور بہت سے دنیوی تعلقات کی قربانی اور سب سے بڑھ کر بہت سی نفسانی خواہشات اور لذتوں کی قربانی اور یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اس کی رضا کے حصول کی جدوجہد کے لئے ہے۔ اس مبارک سفر میں پرہیزگاری اور تقویٰ کے ساتھ مسلسل خدا کی یاد اور خدا کی طرف شوق و مستی اور عشق کی وہ کیفیت انسان پر گزرتی ہے وہ اپنا ایک مستقل نقش دل پر چھوڑ جاتی ہے جس کا اثر برسوں دل پر قائم رہتا ہے۔

علاوہ ازیں عرب کی پاک سرزمین پر پہنچ کر آدمی ان بزرگ ہستیوں کے آثار دیکھتا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بندگی و اطاعت میں اپنا سب کچھ قربان کیا دنیا بھر سے لڑے گھر بار اور وطن چھوڑنا پڑا مصیبتیں اٹھائیں ظلم سہے مگر حق سے منہ نہ موڑا اور بالآخر کلمہ حق بلند کر کے چھوڑا۔ ہر بار باطل قوت کا سر نیچا کر کے ہی دم لیا جو انسان سے اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی کرانا چاہتی تھی۔ ان متبرک آثار اور آیات بینات کو دیکھ کر ایک خدا پرست آدمی عزم مصمم بلند ہمتی اور جہاد فی سبیل اللہ کا جو سبق لے سکتا ہے شاید کسی دوسری چیز سے نہیں۔ علاوہ ازیں طواف کعبہ سے اس کو دین کے مرکز کے ساتھ جو وابستگی ہوتی ہے اور حج کے مناسک میں دوڑ دھوپ کوچ اور قیام سے مجاہدانہ زندگی کی جو مشق اسے کرائی جاتی ہے اسے اگر آپ نماز روزہ اور زکوٰۃ کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ ساری چیزیں کسی بہت بڑے اور اہم کام کی ٹریننگ ہیں جو اسلام اپنے ماننے والوں یعنی مسلمانوں سے لینا چاہتا ہے۔ اسی لیے ہر اس مسلمان پر جو کعبہ تک پہنچنے کی قدرت رکھتا ہو حج لازم کر دیا گیا ہے تاکہ جہاں تک ممکن ہو ہر زمانہ میں لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمان ایسے موجود رہیں جو اس

پوری ٹریننگ کا کورس کر چکے ہوں۔ حج کے فوائد کا پورا اندازہ اس حقیقت سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کے لئے حج کا ایک ہی زمانہ رکھا گیا ہے۔ لاکھوں مسلمان مل کر ایک ہی وقت میں حج کرتے ہیں۔ حج کے عالمگیر اجتماع کی تیاری سے دنیا بھر میں اسلام کی زندگی جاگ اٹھتی ہے۔

میرے خیال میں جس طرح رمضان کا مہینہ پوری اسلامی دنیا میں تقویٰ کا موسم بہار ہے اسی طرح حج کا زمانہ جو ماہ شوال سے لے کر صفر تک ہوتا ہے تمام روئے زمین میں اسلام کی زندگی اور بیداری کا زمانہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حج کو مسلمانوں پر فرض کر کے ایسا اچھا انتظام کر دیا ہے کہ ان شاء اللہ قیامت تک اسلام کی عالمگیر تحریک مٹ نہیں سکتی۔ دنیا کے حالات خواہ کتنے ہی بگڑ جائیں اور زمانہ کتنا ہی خراب ہو جائے، دنیا کی نام نہاد واحد سپر پاور کروڑوں مسلمانوں پر ظلم و بربریت کی انتہا کر دے، مسلمانوں پر دہشت گردی کے غلط الزامات دنیا بھر کے ذرائع ابلاغ سے کتنے ہی اچھالے جائیں، اللہ تعالیٰ نے کعبہ کا فطری مرکز اسلامی دنیا کے جسم میں کچھ اس طرح رکھ دیا ہے، جس طرح ایک انسان کے جسم میں دل ہوتا ہے جب تک وہ حرکت کرتا رہے انسان مر نہیں سکتا، چاہے بیماریوں کی وجہ سے کمزور ہو جائے اور ہلنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ بالکل اسی طرح اسلامی دنیا کا یہ دل بھی ہر سال دنیا کے مختلف حصوں سے جسم کی رگوں کی طرح خون کھینچتا رہتا ہے اور پھر صالح خون کو رگ رگ تک پہنچا دیتا ہے جب تک اس دل کی یہ حرکت جاری ہے اور جب تک خون کے کھینچنے اور پھیلانے کا یہ سلسلہ چل رہا ہے اس وقت تک یہ ناممکن ہے کہ اس جسم کی زندگی ختم ہو جائے خواہ بیماریوں سے کتنا ہی نحیف و نزار ہو جائے۔

دنیا بھر کی قوموں سے آئے ہوئے لاکھوں لوگ ایک مرکز پر عظیم الشان اجتماع اور وہ بھی باہمی یکجہتی، ہم آہنگی، پاک جذبات، پاک مقاصد اور پاک اعمال کے ساتھ، حقیقت میں اتنی بڑی نعمت ہے جو آدمؑ کی اولاد کو اسلام کے سوا کسی اور دین یا مذہب نے نہیں دی۔ پھر محبت و خلوص کے ساتھ قلبی اور روحانی اتحاد کے ساتھ اعمال اور خیالات اور مقاصد کی مکمل یکجہتی کے ساتھ ملنا اور ہر سال ایک ہی مرکز پر اس طرح اکٹھے ہوتے رہنا، یہ عظیم نعمت اسلام کے سوا بنی نوع انسان کو اور کہیں بھی نہیں ملتی۔ دنیا میں حقیقی امن قائم کرنے، قوموں کی دشمنیوں کو مٹانے اور لڑائی جھگڑوں کی بجائے محبت و دوستی، بھائی چارے اور ایک برادری کی فضا پیدا کرنے کے لئے اس سے بہتر نسخہ اور کس کے پاس ہے؟ ہمیں اسلام کی ان نعمتوں کی قدر کرنی چاہئے اور اس نسخہ کیمیا پر عمل کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حج کی فضیلت و سعادت سے بہرہ مند ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین!

(بشکریہ روزنامہ "دن")

افکار معاصر

کون سا آئین اور کیسی ضمانت؟

بی بی سی اردو ڈاٹ کام کی رپورٹ

وسعت اللہ خان

صدر پرویز مشرف ان دنوں مسلسل یہ بات دہرا رہے ہیں کہ وہ نئے ڈیموں کی تعمیر کے معاملے میں پاکستان اور سندھ کو خودکشی نہیں کرنے دیں گے اور اس سلسلے میں تمام بدگمانیاں دور کرنے کے لیے ہر طرح کی آئینی ضمانت دینے کو تیار ہیں۔

صدر مشرف کا اخلاص، دردمندی اور نیک نیتی اپنی جگہ مگر عرض صرف اتنی سی ہے کہ 1956ء کے پہلے آئین میں یہ ضمانت دی گئی تھی کہ پاکستان کا نظام حکومت پارلیمانی ہوگا اور انتخابات بالغ رائے دہی کی بنیاد پر ہوں گے۔ لیکن دو برس بعد ہی اس نوزائیدہ آئین کو قتل کر دیا گیا اور اس کی قبر پر 1962ء کے آئین کی بنیاد رکھی گئی جس میں یہ ضمانت دے دی گئی کہ پاکستان کا نظام حکومت صدارتی ہوگا اور انتخابات بالغ رائے دہی کی بنیاد پر براہ راست نہیں بلکہ بنیادی جمہوریت کے اصول پر ہوں گے۔

اسی آئین میں یہ ضمانت بھی دی گئی کہ صدر مملکت کی معذوری یا انتقال کی صورت میں صدارتی اختیارات عارضی طور پر قومی اسمبلی کے اسپیکر کو منتقل ہو جائیں گے۔ لیکن اس آئین کے خالق جنرل ایوب خان نے جب استعفیٰ دیا تو اختیارات اسپیکر کے بجائے بری فوج کے سربراہ جنرل یحییٰ خان کو منتقل کر دیئے اور یوں اپنے ہاتھوں اپنے ہی بنائے ہوئے آئین کا خاتمہ کر دیا۔ جنرل یحییٰ نے ضمانت دی کہ انتخابات کے نتیجے میں نئی آئین ساز اسمبلی میں جس جماعت کو اکثریت حاصل ہوگی اسے اقتدار منتقل کر دیا جائے گا۔ اس ضمانت کا جو حشر ہوا اسے یاد دلانے کی ضرورت نہیں۔

1973ء کے پارلیمانی آئین کو متفقہ بنانے کے لیے ذوالفقار علی بھٹو نے حزب اختلاف کو یہ ضمانت دی کہ نئے پاکستان میں سیاسی تنازعات جمہوری طریقے اور افہام و تفہیم سے حل کیے جائیں گے تاکہ فیڈریشن کے یونٹوں کے مابین دوبارہ غلط فہمیاں اور احساس محرومی نہ پیدا ہو۔ لیکن اس آئین کی منظوری کے فوراً بعد جس طرح سرحد اور بلوچستان کی منتخب حکومتیں برطرف کی گئیں، حزب اختلاف کو غدار قرار دے کر جیلوں میں ٹھونسا گیا، بلوچستان میں فوج کشی ہوئی، صدر کو کٹھ پتلی میں تبدیل کیا گیا اور 1977ء کے انتخابی نتائج کے خلاف تحریک کچلنے کے لیے دو شہروں میں مارشل لاء لگایا گیا اس کے نتیجے میں آئین کے خالق کی دی گئی ضمانتیں دھری رہ گئیں۔

اسی کی بنیاد پر آنے والے فوجی حکمران جنرل ضیاء الحق کو یہ کہنے کا حوصلہ ہوا کہ آئین بارہ صفحے کی کتاب ہے جسے کبھی بھی پھاڑا جا سکتا ہے۔

خود جنرل پرویز مشرف نے آئین سے ماورا چیف ایگزیکٹو سے خود کو منتخب صدر میں تبدیل کرنے کے لیے آئین میں درج صدارتی انتخاب کے طریقے سے جس طرح کھلم کھلا روگردانی کی، آئین میں سترھویں ترمیم لانے کے لیے وردی اتارنے کے اپنے ہی وعدے کا جو حشر کیا اور اب صوبائی مساوات کے نمائندہ واحد آئینی ادارے سینیٹ کے ڈھانچے میں تبدیلی کے لیے جس نیت سے آئینی ترمیم لانے کی کوشش ہو رہی ہے اس طرح کے سیاسی کلچر میں کیسا وعدہ، کون سا آئین اور کس طرح کی آئینی ضمانت اور وہ بھی کتنے دن کے لیے؟

جہاں آئین کند چھری سے ذبح کیے جائیں وہاں اگر کوئی صوبہ خودکشی کرنے کے بارے میں سوچے بھی تو اس پر اتنی تشویش کیوں؟

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائشی، راجپوت فیملی کی 22 سالہ بیٹی، سائنس ایجوکیشن میں ماسٹر (فائنل سمسٹر) کے لیے دینی مزاج کا موزوں رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ: سردار اعوان

K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501

دعائے صحت کی اپیل

☆ امیر تنظیم اسلامی (سندھ جنوبی) عبداللطیف کے صاحبزادے اور رفیق تنظیم ثناء الحق کے والد علیل ہیں۔ قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے ان حضرات کے لیے دعائے صحت کی اپیل ہے۔

☆ قرآن مجید کتنے دنوں میں ختم کرنا چاہئے؟

☆ افضل ایمان کون سا ہے؟ بصیرت والا ایمان یا تقلیدی ایمان؟

☆ علم نجوم کی کیا حقیقت ہے؟ ☆ ’’786‘‘ کا کیا مطلب ہے؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س:786 کا کیا مطلب ہے۔(محمد اکرام)

ج:علم الاعداد میں حروف کے نمبر مقرر کئے گئے ہیں مثلاً الف کے اتنے عدد ہیں اور ب کے اتنے اور ج کے اتنے ہیں۔ اِن نمبروں سے کسی لفظ یا اسم کے مجموعی اعداد بنائے جاتے ہیں۔ ’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم‘‘ کے حروف کے اعداد نکالے گئے تو ان کا مجموعہ 786 بنتا ہے۔ جسے بسم اللہ کی جگہ لکھ دیا جاتا ہے۔ تاہم شریعت میں ان کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور یہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے قائم مقام نہیں ہو سکتے۔

س: میں اللہ کے فضل سے شروع ہی سے دین و مذہب سے لگاؤ رکھتا ہوں' خصوصاً تنظیم اسلامی کے حلقہ احباب میں شامل ہو کر اس میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ میرا مسئلہ یہ ہے کہ گاؤں کے کچھ لوگ مجھ سے میری بچی کا رشتہ چاہتے ہیں' مگر اُن کا پورا گھرانہ سیکولر ہے اور وہ لڑکا بھی امریکہ جیسے عیاش ملک میں رہ رہا ہے۔ شادی کر کے بیوی کو بھی ساتھ لے جانے کا ارادہ ہے۔ میرے سب گھرانے کا خیال ہے کہ میں ایک اچھا خاصا رشتہ miss کر رہا ہوں لیکن میں کسی صورت اس رشتہ کے لیے خود کو تیار نہیں پاتا۔ اب میرے اور میرے گھر والوں کے درمیان ایک جنگ چل رہی ہے۔ بتائیے میں کیا کروں؟ (رفیق تنظیم)

ج: دین و مذہب سے آپ کا لگاؤ متاثر کن ہے۔ اللہ آپ کو مزید ترقی عطا فرمائے۔ جس نوجوان کے لیے آپ کی بچی کا رشتہ مانگا گیا ہے' اگر وہ بذات خود نیک' شریف اور دیندار ہے تو اِس رشتے کو یک طرفہ طور پر مسترد کر دینا مناسب نہ ہو گا' کیونکہ آج کل بچیوں کے رشتے کے حوالے سے والدین کو بہت سے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ویسے پورے گھرانے کے سیکولر ہونے سے یہ اشارہ بھی ملتا ہے کہ لڑکا بھی دینی رجحان کا حامل نہیں ہے۔ اس لیے اس پہلو سے تسلی بھی نہایت ضروری ہے۔ مزید براں اللہ تعالیٰ سے اِس معاملے میں مدد حاصل کرنے کے لیے دعائے استخارہ بہترین تحفہ ہے۔ اپنی حد تک تحقیقات مکمل کرنے کے بعد استخارہ بھی ضرور کرنا چاہیے۔

س: کیا تہجد کی نماز میں قرآن مجید دیکھ کر پڑھا جا سکتا ہے؟ (اللہ بخش)

ج: ایک رائے کے مطابق اگر کوئی شخص نفل نماز میں ہاتھ میں قرآن لے کر پڑھے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ البتہ کوشش کی جانی چاہئے کہ زیادہ سے زیادہ قرآن مجید حفظ ہو' تاکہ بجائے دیکھ کر پڑھنے کے' اپنے دل سے پڑھے۔ اس کا زیادہ نفع ہے۔

س: قرآن مجید کتنے دنوں میں ختم کرنا چاہئے۔(فیاض)

ج: اِس کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ ایک حدیث میں ختم قرآن کی کم از کم مدت تین دن بیان ہوئی ہے۔ بعض صحابہ کرامؓ ہر ہفتے قرآن مجید ختم کرتے تھے' گویا ایک منزل روزانہ ان کا معمول تھا۔ لیکن ان کے ختم قرآن کو ہم اپنے قرآن ختم کرنے پر قیاس نہیں کر سکتے۔ ہم تو ناظرہ پڑھ کر ختم کرتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ تہجد میں زبانی قرآن مجید پڑھتے اور ختم کرتے تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں قرآن مجید کے ساتھ خاص دلچسپی اور محبت تھی۔ پھر ایک زمانہ ایسا آیا کہ لوگوں کے اندر جذبہ کم ہو گیا۔ چنانچہ قرآن مجید کو ایک مہینہ میں ختم کرنے کے لیے تیس پاروں میں تقسیم کیا گیا۔ گویا قرآن مجید کی تیس پاروں میں تقسیم عہد نبویؐ اور دورِ صحابہؓ میں نہیں تھی۔ ہمارا خیال ہے کہ موجودہ دور میں اگر کوئی آدمی ایک رکوع بھی روزانہ سمجھ کر پڑھتا ہے' ترجمہ دیکھتا ہے' تفسیر بھی دیکھتا ہے' تو یہ اس کے لیے کفایت کر سکتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی کو عربی اتنی آتی ہے کہ وہ قرآن حکیم کی تلاوت کرتے ہوئے اُسے سمجھتا چلا جاتا ہے اور ترجمہ دیکھنے کی ضرورت نہیں' تو ایسے شخص کو کم از کم ایک پارہ پڑھنا چاہئے۔

س: کون سا ایمان افضل ہے۔ ’Blind Faith‘ یا وہ ایمان جو مختلف مذاہب کے تحقیقی مطالعے کے بعد حاصل کیا جائے؟ (اسامہ)

ج: ’’Blind Faith‘‘ اپنی قوت میں زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے سبب انسان اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر ہر وقت قربانی دینے کے لیے تیار رہتا ہے۔ البتہ اگر آپ دنیا میں اسلام کو غالب کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں تو پھر آپ کو بصیرت والا ایمان حاصل کرنا پڑے گا۔ پھر وہ اندھا ایمان کام نہیں دے گا۔ اگرچہ قوت اور شدت میں اندھا ایمان بصیرت والے ایمان سے بڑھ کر ہو سکتا ہے۔ ایمان کے درجات کے اعتبار سے مختلف کیفیات ہو سکتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ اگرچہ سب سے اعلیٰ ایمان تو صحابہ کرامؓ کا ہے لیکن اپنی جگہ ’’Blind Faith‘‘ کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ ایک بار حضورﷺ نے صحابہؓ سے پوچھا' بتاؤ کہ سب سے عجب (سب سے زیادہ حسین) ایمان کس کا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کیا: انبیاء اور رسولوں کا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ کیوں نہ ایمان لائیں گے۔ ان پر تو اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا۔ فرشتوں کا ایمان۔ آپؐ نے فرمایا: ان کے ایمان کی ایسی کیا بات ہوئی۔ اگر وہ ایمان رکھتے ہیں تو وہ اللہ کے سامنے موجود ہیں۔ صحابہؓ نے فرمایا: ہمارا ایمان۔ آپؐ نے فرمایا: تم تو میری صحبت اختیار کرتے ہو' مجھے دیکھتے ہو۔ اور پھر آپؐ نے فرمایا: سب سے زیادہ عجب (خوبصورت) ایمان ہمارے ان بھائیوں کا ہو گا جو میرے بعد آئیں گے۔ انہیں تو صفحات ملیں گے جن میں اللہ کی کتاب لکھی ہو گی وہ اسے پڑھ کر ایمان لائیں گے۔

گویا حسین ترین ایمان تو ہم میں سے کسی کا بھی ہو سکتا ہے جسے بھی اللہ توفیق دے۔ کوئی بھی قرآن مجید کے ذریعے یہ ایمان حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن انبیاء کے بعد اعلیٰ' افضل اور سب سے اونچا ایمان صحابہ کرامؓ کا ایمان ہے۔ یعنی افضل اور ہے عجب اور ہے۔ اسی طرح اندھا ایمان اور بصیرت والا ایمان دو الگ کیفیات ہیں۔ دونوں اپنی جگہ صحیح ہیں۔ بصیرت والا ایمان بہر حال بہتر ہے۔

س: علم نجوم یا دست شناسی کی کیا حقیقت ہے؟ کیا ان علوم کی بنیاد پر کسی کا نام تبدیل کیا جا سکتا ہے؟ (مصباح)

ج: علم نجوم یا دست شناسی کا وجود تو ہے مگر ہمیں روک دیا گیا ہے کہ ان میں کوئی دلچسپی نہ لو اور ان کی تصدیق مت کرو۔ حضورﷺ نے فرمایا: جس نے کسی نجومی کی بات کی تصدیق کی' اس نے جو کچھ میں لے کر آیا ہوں اس کی تکذیب کی۔ اس اعتبار سے ہمیں اس سے بچنے کی ضرورت ہے۔ علم نجوم کی رو سے کسی کا نام بدل دینا بھی اسی زمرے میں آئے گا۔ ہاں اگر کوئی نام ایسا ہے جو کافرانہ ہے یا اس کے اندر شریعت کے اعتبار سے برائی کا کوئی پہلو ہے تو اسے بدلنا چاہئے۔ علم نجوم کے اعتبار سے نام بدلنا فی نفسہٖ درست نہیں ہے۔

کالم ’’تفہیم المسائل‘‘ میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

دورہ ترجمۃ القرآن زیرِ اہتمام تنظیم اسلامی کورنگی، کراچی

ماہ رمضان المبارک میں تنظیم اسلامی کورنگی کے زیر اہتمام دورہ ترجمۃ القرآن کا پروگرام قرآن مرکز کورنگی میں منعقد کیا گیا۔ اس پروگرام میں مدرس کے فرائض جناب محمد نعمان نے انجام دیئے۔ دورۂ ترجمہ میں شرکاء کی تعداد 60 تا 70 افراد رہی، جس میں رفقاء کی تعداد 35 تھی۔ اس پروگرام میں اوسطاً 35 خواتین شریک ہوتی رہیں۔ دورۂ ترجمہ میں شریک تمام رفقاء بشمول مدرس محمد نعمان نے اس پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے بہت محنت کی۔ ہر رفیق کو جو ذمہ داری دی گئی تھی اس نے اس ذمہ داری کو باحسن طریق انجام دیا۔

یہ پروگرام بعد نماز عشاء شروع ہو کر رات تقریباً ایک بجے اختتام کو پہنچتا تھا۔ شرکاء عشاء کی نماز قرآن مرکز سے متصل مسجد میں ادا فرماتے تھے۔ اس کے بعد بقیہ نوافل اور نماز تراویح مع ترجمہ وتشریح قرآن مرکز میں ادا کی جاتی رہیں۔ دوران ترجمہ 8 رکعت تراویح کے بعد چائے کا وقفہ ہوتا تھا۔ اس وقفہ کا فائدہ اٹھاتے ہوئے شرکائے پروگرام کا تعارف اور ان کی قیمتی آراء اور تاثرات حاصل کیے جاتے رہے۔ تعارف اور تاثرات کے سیشن میں بھی شرکاء بھرپور دلچسپی لیتے رہے۔ انہوں نے اس پروگرام کو بہت پسند کیا۔ قرآن مرکز کورنگی میں ختم القرآن 29 رمضان المبارک کو ہوا۔ اس موقع پر شرکاء پروگرام میں ایک گفٹ تقسیم کیا گیا جو درج ذیل کتب اور آڈیو کیسٹس پر مشتمل تھا۔

1۔ قرآن حکیم اور ہماری ذمہ داریاں
2۔ عظمت صیام وقیام
3۔ مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق
4۔ قرآن کریم کی تلاوت اور فرقہ واریت کے مسئلہ کا حل (آڈیو کیسٹس)

اس طرح ماہ رمضان کی مبارک راتیں قرآن کے ساتھ بسر کرنے کا موقع میسر آیا اور کسی درجہ میں قیام اللیل کی سعادت نصیب ہوئی۔ اللہ تبارک تعالیٰ اس ادنیٰ سی کوشش کو قبول فرمائے۔ دورۂ ترجمۃ القرآن میں چائے کے وقفہ کے دوران مکتبہ لگانے کا بھی اہتمام کیا گیا تھا جو کہ پروگرام کے اختتام پر بھی جاری رہتا تھا۔ اس ماہ رمضان المبارک میں مکتبہ سے 94 عدد بیان القرآن کی سی ڈیز اور مختلف موضوعات کی 105 عدد کتب 50% رعایت کے ساتھ فروخت کی گئی۔ (مرتب: قیصر علی)

تنظیم اسلامی حلقہ بہاولپور کا سہ روزہ تربیتی دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ بہاولپور کی خواہش پر نائب ناظم دعوت جناب محمد اشرف وصی اور راقم الحروف سہ روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام کے سلسلہ میں یکم دسمبر 2005 جمعرات گیارہ بجے رات بہاولپور پہنچے۔ دعوتی سرگرمیوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

2 دسمبر بروز جمعۃ المبارک

نیکسس ایجوکیشن سسٹم سکول، سیٹلائیٹ ٹاؤن میں جناب محمد اشرف وصی نے عبادت رب کے موضوع پر 6:30 تا 7:00 صبح درس دیا۔ اُس کے بعد 10 تا 12 بجے انہوں نے فرائض دینی کے جامع تصور کو اپنے مخصوص و دلچسپ انداز سے رفقاء و احباب کے سامنے بیان کیا۔ خطاب جمعہ مسجد جامع القرآن مدینہ ٹاؤن 9/BC چک بہاولپور میں شرکاء کی تعداد تقریباً 60 تھی۔ اور جامع مسجد صدیق اکبرؓ شادمان کالونی میں راقم نے خطاب کیا۔ اُس کے بعد اسی مسجد میں نماز عصر کے بعد وصی صاحب نے عبادت رب پر بیان فرمایا۔ بعد نماز عشاء برمکان پروفیسر محمد یوسف لودھی نزد چکاں والا چوک ملتان روڈ اسی موضوع پر خطاب ہوا۔ جس میں 20 مردوں اور 15 خواتین نے شرکت کی۔ لودھی صاحب نے اس سہ روزہ پروگرام کو کامیاب کرنے میں ذاتی طور پر بہت محنت کی۔

3 دسمبر بروز ہفتہ

نیکسس سکول میں دوسرے دن شہادت علی الناس کے موضوع پر وصی صاحب نے ایک گھنٹہ درس دیا۔ حاضری 18 رہی اور ناشتہ کے بعد مسجد لودھی میں انہوں نے پہلے دن کی طرح شہادت علی الناس پر مذاکرہ کرایا۔ جس میں 25 رفقاء و احباب نے شرکت کی۔ اُس کے بعد انہوں نے جامع مسجد صدیق اکبر میں اسی عنوان پر خطاب کیا۔ حاضری 19 رہی۔ بعد از نماز عشاء پروفیسر لودھی صاحب کے ہاں ملتان سے ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی تشریف لائے۔ انہوں نے شہادت علی الناس کے موضوع پر ایمان افروز خطاب فرمایا۔ اس پروگرام میں خواتین و حضرات نے پہلے دن سے کچھ زیادہ تعداد میں شرکت کی۔

4 دسمبر بروز اتوار

بعد از نماز فجر جناب ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی نے منہج انقلاب نبوی ﷺ کے موضوع پر نیکسس سکول میں خطاب فرمایا۔ 23 کی حاضری رہی۔ اُس کے بعد رفیق محترم محمد علی اعوان نے شرکاء کو ناشتہ کروایا۔ اُس کے بعد آخری تربیتی نشست ہوئی جس میں اسی موضوع پر وصی صاحب نے گفتگو فرمائی۔ پروگرام میں تقریباً 21 افراد شریک ہوئے۔ اسی دوران برمکان پروفیسر رانا محمد سلیم خواتین و حضرات کی نشست سے راقم الحروف نے ''سورۂ فاتحہ مغضوب علیہم کا نظام اور ہمارا کردار'' کے حوالے سے گفتگو کی۔

بعد از نماز عصر صدیق اکبرؓ مسجد میں جناب اشرف وصی کا نبی اکرم ﷺ کا طریق انقلاب کے موضوع پر مؤثر خطاب ہوا۔ اور اس دوران راقم الحروف کا مسجد خدام القرآن میں بیان ہوا۔ بعد از نماز مغرب چھ بجے انہوں نے ہی برمکان محمد اشرف کمبوہ کی ہفتہ وار نشست میں سورۂ فاتحہ کا اجمالی درس دیا۔ 23 افراد نے پروگرام میں شرکت کی۔

اُس کے بعد برمکان لودھی صاحب سہ روزہ کی آخری نشست سے جناب اشرف وصی صاحب نے نہایت جامعیت سے اور مؤثر انداز سے نبی ﷺ کے طریق انقلاب کو بیان کیا۔ شرکاء کے سوالات کے جوابات دیئے اور یہ پروگرام اختتامی دُعا پر تکمیل کو پہنچا۔ تمام پروگراموں میں تنظیم کا دعوتی لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔

اُس سہ روزہ کو کامیاب کرنے میں برادرم ذوالفقار علی، عزیزم ظفر اقبال، محمد اشرف، حاجی محمد ظفر، پروفیسر یوسف لودھی اور دیگر رفقاء کرام نے بھرپور حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی پُر خلوص کاوش کو قبول فرمائے اور تنظیم اسلامی بہاولپور کو مثالی اور فعال تنظیم بنائے، آمین!

آخری نشست کے بعد ہم لاہور روانہ ہوگئے۔ (مرتب: محمد بن عبدالرشید رحمانی)

آیئے! وقت کو قیمتی بنایئے خود سیکھئے اور سکھایئے

گلی گلی کوچہ کوچہ دعوت دین پہنچایئے
خیر الناس من ینفع الناس بن کر اعلائے کلمۃ اللہ میں جت جایئے

سہ روزہ، ہفت روزہ پروگراموں میں وقت دے کر اپنے فکر کے استحکام، حرکی تربیت حاصل کریں، داعی الی اللہ بنیں اور دیگر تنظیمی و انتظامی اُمور میں حصہ لیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین کے لئے قبول فرمائے۔ آمین!

آئندہ پروگرام 20 تا 22 جنوری 2006ء زیر اہتمام حلقہ لاہور ڈویژن
887 ایل بلاک، سبزہ زار سکیم ملتان روڈ لاہور۔

رابطہ: محمد جہانگیر 0333-4273815 وقاص احمد: 6316638

منجانب: شعبہ دعوت و تفریغ اوقات، تنظیم اسلامی

عالم اسلام کی خبریں

بش۔سب سے بڑا دھشت گرد

بولیویا کی نو منتخب صدر ایوامورلیس نے عربی ٹی وی الجزیرہ کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ امریکا کے صدر بش دنیا کے سب سے بڑے دہشت گرد ہیں۔ دوران گفتگو انہوں نے کہا کہ میں صرف ایک ہی دہشت گرد کو جانتی ہوں جس کا نام بش ہے۔ ان کی فوجی جارحیت نے پوری دنیا میں امن کا ماحول خراب کر دیا ہے۔

عراق کی نازک صورت حال

15 دسمبر کو ہونے والے نام نہاد پارلیمانی انتخابات کے نتائج آنے شروع ہو گئے ہیں۔ ان کے مطابق لگتا ہے کہ شیعہ جماعتوں کا اتحاد یونائیٹڈ عراقی الائنس اگلی پارلیمنٹ میں اکثریت حاصل کرلے گا۔ یاد رہے کہ اسی اتحاد کے نمائندے عراقی وزیر اعظم بھی ہیں چونکہ یہ اتحاد ایران کے کافی قریب ہے اسی لیے اس کے امریکا سے تعلقات خوشگوار نہیں۔ ماہرین کے مطابق 275 نشستی پارلیمنٹ میں 120 تا 140 ارکان اتحاد کے ہوسکتے ہیں۔

سنی سیاسی جماعتوں نے فراڈ کا الزام لگا کر انتخابی نتائج تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ ان کا مطالبہ ہے کہ انتخابات دوبارہ کرائے جائیں۔ سنیوں کو یہ خطرہ ہے کہ نئی عراقی حکومت میں انہیں کوئی اہمیت نہیں دی جائے گی۔ عراق سے امریکی فوج کی واپسی تب ہی ممکن ہے جب عراق کی نئی حکومت تمام گروہوں کے اتفاق سے بنے گی۔ نئی پارلیمان کو یہ سنہرا موقع کھونا نہیں چاہیے۔ ان کی تشویش بجا مگر ملک کی سالمیت اور اسے قابضین سے بچانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ وسیع تر مفاد کو نظر میں رکھیں۔

اگر سنیوں اور شیعوں کے درمیان نئی حکومت کے سلسلے میں کوئی معاہدہ نہ ہوسکا اور طاقت کی تقسیم مناسب طور پر نہ ہوئی تو حالات قابو سے باہر ہوسکتے ہیں۔ مثلاً عراق میں فسادات بڑھ جائیں گے جو نہایت منفی بات ہوگی۔ پھر امریکی فوج کو بھی عراق میں اپنے قیام کو طویل کرنے کا بہانہ مل جائے گا۔ کیونکہ صدر بش پہلے ہی یہ کہہ چکے ہیں کہ وہ عراق کو انارکی میں چھوڑ کر رخصت ہونا نہیں چاہیں گے۔

اسرائیل کی نئی چال

اسرائیلی حکومت نے حکم جاری کیا ہے کہ اگر 25 جنوری کو ہونے والے فلسطینی انتخابات میں حماس نے حصہ لیا تو مشرقی بیت المقدس میں مقیم فلسطینی اس میں ووٹ نہیں ڈال سکیں گے۔ یاد رہے کہ اسرائیلی حکومت نے 1996ء میں فلسطین اتھارٹی کے انتخابات اور اس سال کے صدارتی انتخابات میں درج بالا فلسطینیوں کو ووٹ ڈالنے کی اجازت دے دی تھی۔ ان کے پاس گو اسرائیل کا شناختی کارڈ ہے تاہم وہ اپنے آپ کو مستقبل کی فلسطینی ریاست کا شہری سمجھتے ہیں۔ حکومت اسرائیل کا دعویٰ ہے کہ 1993ء کے اوسلو امن معاہدے کی رو سے مشرقی بیت المقدس کے رہائشی سیاسی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لے سکتے مگر فلسطینی اتھارٹی کا کہنا ہے کہ انہیں فلسطینی معاملات میں حصہ لینے کا حق حاصل ہے۔

دوسری طرف اس بات کا امکان ہے کہ 25 جنوری کے فلسطینی پارلیمانی انتخابات ملتوی ہوجائیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کل فلسطین میں حماس کی مقبولیت عروج پر ہے۔ مغربی کنارے اور غزہ پٹی میں ہونے والے بلدیاتی انتخابات میں حماس کے امیدواروں نے ہی زیادہ تر نشستیں جیتی ہیں حتیٰ کہ الفتح کا مضبوط گڑھ نابلوس بھی اس نے فتح کرلیا۔ اس جیت نے اسرائیل اور امریکا کو تشویش میں مبتلا کر دیا ہے جو حماس کو دہشت گرد تنظیم قرار دیتے ہیں۔

فلسطینی اتھارٹی کے صدر محمود عباس نے اعلان کیا ہے کہ پارلیمانی انتخابات ملتوی نہیں ہوں گے تاہم ان پر اپنی جماعت کے اکثر رہنماؤں کا دباؤ ہے کہ انہیں التواء میں ڈال دیا جائے۔ وجہ یہ ہے کہ حکمران الفتح جماعت دو دھڑوں میں بٹ گئی ہے۔ اس کی طاقت تقسیم ہونے سے یقیناً حماس کو فائدہ پہنچے گا۔ حماس کی مقبولیت کی دو بنیادی وجوہ ہیں: ایک تو یہ کہ اس کے رہنما بے ایمانی سے پاک اور نیک ہیں۔ دوسرے یہ جماعت بڑھ چڑھ کر عام فلسطینیوں کی امداد کرتی ہے۔ بہرحال اسرائیل اور فلسطینی اتھارٹی دونوں کی کوشش ہے کہ انتخابات کسی طرح ملتوی ہوجائیں تاکہ حماس اقتدار حاصل نہ کر سکے۔ ایریل شیرون کے ترجمان مسٹر گسان کا کہنا ہے کہ "اگر حماس نے اقتدار حاصل کرلیا تو اس کا مطلب ہے کہ امن کا عمل ختم ہوجائے گا۔ میں افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ پھر فلسطینی اتھارٹی کا وجود بھی ختم ہوسکتا ہے"۔

امریکی مساجد کی خفیہ نگرانی

امریکا کے اخبار نیویارک ٹائمز نے انکشاف کیا ہے کہ امریکی حکومت مساجد سمیت مسلمانوں کی عمارتوں اور گھروں کی خفیہ نگرانی کروا رہی ہے۔ اخبار کے مطابق یہ سلسلہ تین برس سے جاری ہے۔ امریکی حکومت کا کہنا ہے کہ یہ اقدام امریکا کی حفاظت کے لئے ہے اور اس (خفیہ نگرانی) کا قانون موجود ہے۔ نیز یہ منصوبہ صرف مسلمانوں کے لئے مخصوص نہیں۔

افغانستان میں پارلیمان کا اجلاس

پچھلے پیر کو افغانستان کی نئی پارلیمنٹ کا اجلاس ہوا۔ یہ 1973ء کے بعد افغانستان کی پہلی منتخب پارلیمنٹ ہے۔ اس میں امریکا کے نائب صدر ڈک چینی نے بھی شرکت کی۔ پارلیمنٹ کے ایوان زیریں (وولسائی جرگہ) کے اسپیکر یونس قانونی بن گئے ہیں۔ انہوں نے عبدالرب رسول سیاف کو 5 ووٹوں سے شکست دی جو 1979ء تا 1989ء ان مجاہدین کے اہم رہنما تھے جنہوں نے سوویت فوج کے خلاف جہاد کیا تھا۔

یونس قانونی افغانستان میں حزب اختلاف کے رہنما کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ پچھلے سال صدارتی انتخابات میں حامد کرزئی کے بعد انہیں سب سے زیادہ ووٹ ملے تھے۔ موصوف نے اعلان کیا ہے کہ اسپیکر بننے کے بعد وہ حزب اختلاف کے لیڈر کا کردار ادا نہیں کرسکیں گے اس لیے وہ نیا رہنما منتخب کر لے۔ پارلیمنٹ کے ایوان بالا (سینٹ) کے چیئرمین صبغت اللہ مجددی منتخب ہوئے ہیں۔ موصوف حامد کرزئی کے قریبی ساتھی ہیں۔

طالبان کے امیر ملا عمر نے نئی افغان پارلیمنٹ کو "بوگس" قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کے ذریعے امریکا افغانستان میں اپنی گرفت مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے اس عزم کا اظہار کیا ہے کہ امریکیوں کے خلاف تحریک جاری رہے گی۔

یوکرائنی فوج کی واپسی

عراق میں یوکرائن کے 876 فوجی مصروف عمل تھے۔ اب یوکرائنی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ انہیں واپس بلالیا جائے۔ 30 دسمبر تک ان کا انخلا مکمل ہوجائے گا۔ یاد رہے کہ اب تک 18 یوکرائنی فوجی مختلف حملوں میں مارے جاچکے ہیں جبکہ 33 زخمی ہوئے۔

thought, quick-fit measures just to look better.

'Moderation in Islam' has been used to embarrass certain groups of believers in Islam. Qur'anic verses sometimes lend themselves to a range of interpretations, perhaps to enhance their applicability. It is not merely a book of instruction; in itself it provides a serious instrument to test sincerity and faith. The permissible interpretations are those that do not clash with the overall intent of the Qur'an. Similarly, the life of the Prophet (SAWS) encompasses numerous phases and experiences. It is clearly against the principles of decency that you look for the interpretations or examples in Prophet's (SAWS) life to suit your already taken decisions or set policies, which you group under a title, *e.g.*, moderation.

In the more recent context Secularism as a way of life emerged as a sharply significant concept. The term was first used in the UK by Holyoake (1817-1906), who defined it in his publication, 'English Secularism' (1896): "Secularism is a code of duty pertaining to this life, founded on considerations purely human, and intended mainly for those who find theology indefinite or inadequate, unreliable or unbelievable. Its essential principles are three: (1) The improvement of this life by material means. (2) That science is the available Providence of man. (3) That it is good to do good. Whether there be other good or not, the good of the present life is good, and it is good to seek that good." The Universe in his view could best be understood by pure reasoning without reference to God. This notion formed the basis in the Western polities of Modern Humanism, which was defined by one of its leading proponents, Lamont (1902-1995), as "a naturalistic philosophy that rejects all supernaturalism (of course, including the concept of God) and relies primarily upon reason and science, democracy and human compassion." While religion here is a potential candidate as a source of law, for Humanists, God-given laws cannot assume automatic acceptance until they stand the challenge of reason, as judged by people.

We do not aim to argue here on the legitimacy of these views. The subject of this discussion is, however, our quota of half-baked secularists lurking round. When told off, they rebuke their opponents by blaming them as self-appointed defenders of Islam, to the exclusion of the secularists. It is clear from above that it is undoubtedly impossible for somebody to claim simultaneous adherence to both Secularism and Islam. To pretend faith in both is symptomatic of ignorance, stubbornness or, more seriously, hypocrisy.

Let us discuss 'Modernity' which is as yet an unsettled concept. It also evolved in the European context, describing the era of recent developments in thought, technology, polity and society. This was designed to highlight contrasts of their modern time with their Dark Middle Ages, and Ancient epoch. In our view it is reasonable to argue that the concept is inadequate in expressing or measuring the degree of development. It describes no more than just a phase of civility in the Western context. It will be a sheer mistake to artificially induce 'Modernity' on an entirely different commodity, the universal religion of Islam, which insists on modernising the followers, with its own basic parameters remaining immutable. In fact, these attributes in a system define a perfect instrument to bring about a change.

No doubt, modernity in the Western context has brought to the societies improved health, wealth and technological advancements, which intrinsically are not paradoxical to Islam. But, it also introduced the lethal weaponry, selfish hedonistic tendencies and pollution in the world, which Islam wants to protect us from. We also argue here that Modernity is inherently divisive in the universal and local context by excluding the less well off to benefit from the world resources.

The purification of Islamic society primarily relies on the segregation of all thoughts into good or evil and their clear-cut demarcation. To call a spade a spade in Islam is taken as a minimum acceptable degree of faith. I recently met a Hindu colleague who, out of courtesy, wanted to cohort all the religions as true. The difficulty is that Islam does not allow this kind of 'civility'; in fact it takes a step further in branding these sweeping, though politically correct, statements as acts of hypocrisy. We invite people to speak up at every level to defend our values, along with the phenomenal charity work they are doing.

We can see the poor homework done by our leaders before yielding to foreign concepts. We invite them to express regret before Allah, like rest of the nation, for their serious and arrogant deviations; if not, it is only descent for the crown thinkers in that lot to come forward and argue with us on the legitimacy of the unilateral policies and steps they have devised and applied on our behalf.

❋ ❋ ❋ ❋

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگر ریسٹورنٹ ملم جبہ' سوات
9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور
پر فضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ
جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل
مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے
کھلے اور روشن' نئے قالین' عمدہ فرنیچر' صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے' اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول
رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پاکیزہ و دلفریب مظاہر سے
قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع
تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت
فلک سیر کارپوریشن' جی ٹی روڈ' امانت کوٹ' مینگورہ سوات
فون دفتر: 0946-725056' ہوٹل: 0946-835295' فیکس: 0946-720031

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 1

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Dr Muhammad Raza
(email: mraza7@hotmail.com.)

Islam: Enlightened or Enlightening

People in their right mind can see the purpose behind the recent chastisement from Allah. We believe it is due to a series of serious transgressions, of which there is a long list. The nation is feeling the responsibility. But where are those of us, who identify themselves as agents for 'Enlightened Moderate Islam' and the Secularists, the Liberals and the Modernists, who we believe have time after time crossed the limits by forcing their aggressive atheistic agenda through? It has become incumbent upon us more than ever after this punishment to speak up what we promised in return for Pakistan to say in defence of Islam. The objective of the present work is to show how the blending of the new coinage of these terms with Islam is fake and deceitful.

To say that if you are not an 'Enlightened Moderate' Muslim, then you must be a fanatic or a terrorist is a non-starter. These are all loaded terms and the charge echoes the perverse call by our friend George Bush some years ago that 'if you are not with us, you are against us'.

Religion has consistently challenged atheistic influences on human thought over time. To set the scene, we present here an extract from General Musharaf's thoughts publicised on numerous occasions (*e.g.*, 'Enlightened Moderation' 23 March 05): ------- If this be our direction it cannot be achieved from a confrontationists approach. We have to adopt the path of moderation and a conciliatory approach to wash off the common belief that Islam is a religion of militancy and is also in conflict with modernization, democracy and secularism---------- He proposes a two-pronged agenda: one big prong is assigned as responsibility of the West; he has already made us do serious distance on the second prong, regardless of yet unmeasured but palpable public opinion against it. He now means to extend the strategy to the OIC.

This is not the first ever example of naivety on the part of a national leader in recent times. The Americans pampered Mikhail Gorbachev of the 'Second World' with the title of the 'Thinker of the Century' for his Glasnost, meaning 'open and honest policies' and Perestroika, meaning 'restructuring', for the late Soviet Union (Perestroika, by M Gorbachev, Collins, London 1987).

The term, 'Enlightenment' was originally employed to define an era (largely the 17th & 18th Centuries) in the European history characterised by the emphasis on experience and reason, and the mistrust of religion. Its main proponents were, among others, Bacon (1561-1626) in England, Hume (1711-76) in Scotland, Diderot (1713-84) in France, and Kant (1724-1804) in Germany. It propelled the gradual emergence of ideals of liberal, secular and democratic Western societies, and essentially relegated the role of religion therein.

We will hardly be surprised to know from where General Musharaf has got his idea of enlightenment. In the present day the Constitution of the United States represents the nearest personification of 'Enlightenment', although local fundamentalist religious lobbies hugely influence domestic and international agendas. Thus, they have in stock a special brand of 'Enlightenment' sprinkled with Neo-Con Christianity for export to the Third World during visits by Rice and Co.

Some people might argue that the linkage of 'Enlightenment' with Islam in fact does not mean to be a tight one; there is some flexibility in their co-existence as in 'Enlightened Moderation in Islam'. But then, what do these terms mean: do they mean that you are hereby relaxing some of the restrictions by Islam on its followers; or, do you wish to add some new practices in Islam aligning with the Western traditions; or, are you expunging some items of instructions from the Book?

General Musharaf's mission encompasses delivery on human resource development, poverty alleviation, education and social justice. He considers that we have an overdose of extremism, fanaticism, terrorism, militancy and obscurantism, which are stumbling blocks in our way to progress. He himself though does not feel shy in the use of militant means in eradicating the elements who square with his definitions of these vices. We wish to ask where the objectives of the proposed changes for progress clash with Islam. Nor are the vices of extremism etc. promoted by this religion of peace. You can achieve both the objectives with the normal state of light in Islam and without needing to enlighten it further.

However, if you mean to censor the notion of Jihad because it is now a boo word, then let us also mention some other boo words: the Qur'an, the mosque and Islam. The truth is, come what may, your side of the religious authorities, along with your legislative, administrative and spying establishments, all together, cannot alter in the fundamentals of Islam by an iota. It is all in black and white. Perhaps, they are relying on the experience from Central Asia and Eastern Europe, where constant persecution and propaganda dimmed the role of Islam in individuals' lives and in the society as a whole. The revival of Islam there is on the horizon indicating the process is not concluded yet. The spark for Islam in the populace here has not at all vanished, based on the evidence that you are still using Islam to mount on its back your own agenda such as 'Enlightened Islam'.

The question is, does Islam needs light ('Enlightened') or is its role to radiate light (Enlightening). It is appropriate for a government to lead people and form policies for their betterment. This may mean sometimes to break the shackles of tradition and convention, but this is really serious stuff, potentially destabilising, not to be done without a proper debate. It was for Muslim scholarship to bring Islam as light here, but they forgot their books on the shelves about a thousand years ago. Both the creative activities and institutions have been lacking. Recent voices in Europe slammed Muslim societies for not having contributed to progress in material or in knowledge in the world for the past several centuries. Here, we are making a case for resumption of activity contributed by the traditional scholarship, educationists, scientists, politicians, philosophers etc, to the exclusion of none. The self-styled advocates of 'Enlightened Islam' may as well be crucial to the debate by bringing their understanding of the contemporary world. The case, however, is by no means valid for installing some foolish, ill-